رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر منافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشند یا بادی + ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ[1] مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی + پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّےٰ بہ

الہادی

جلد ۴ | بابت صفر المظفر سنہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱۰

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی + بصورت ترجمہ رسالۂ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوٰۃ المسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + بادارۃ محمد عثمان خاں عامی + در ہر ماہ ہلالی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی برنگ نو بر صد و میگردد

[1] ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث افتض بینا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اس حدیث کو بخاری مسلم نے اور نسائی نے مختصراً روایت کیا ہے۔ لفظ مسلم کے ہیں اور نسائی کی ایک روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر قیامت کے دن وہ مال آگ کا سانپ بنکر آوے گا اور اسکے ساتھ اس مالدار کی پیشانی اور پہلو اور پشت پر داغ دیا جاتا رہے گا ایسے دن میں جسکی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے جبتک کہ لوگوں کے درمیان میں فیصلہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے جو کوئی اونٹوں والا ان میں سے ان کا حق پورا نہیں کرتا لامحالہ وہ اونٹ قیامت کے دن حالت دُنیا سے زیادہ فربہ ہو کر آئیں گے اور وہ مالدار انکے واسطے ایک صاف میدان میں لٹایا جائے گا وہ اونٹ اسکے اوپر ہاتھ پیر مارتے ہوئے دوڑیں گے (یعنی اسکو پامال کرینگے) اور اسیطرح گائے والے کہ انکی حقوق کو ادا نہ کرتے ہوں تو ضروری وہ گائیں دُنیا سے زیادہ فربہ دن قیامت کے آئینگی۔ اور وہ شخص انکے لئے ایک صاف میدان میں لٹایا جائیگا وہ اسکو اپنے سینگوں کے ساتھ مارینگی اور پیروں سے پامال کریں گی کوئی ان میں بے سینگوں کی اور سینگ ٹوٹی ہوئی نہ ہو گی اور اسیطرح خزانہ والا کہ اسکے حق کو ادا نہ کرتا ہو (یعنی زکوٰۃ نہ دیتا ہو) اسکا خزانہ بھی ضرور گنجے سانپ کی صورت میں ہو کر منہ پھاڑے ہوتے اسکا پیچھا کریگا جب اُس شخص کے پاس آئے گا تو وہ شخص اس سے بھاگے گا وہ اسکو پکارے گا لے اپنے اس خزانہ کو جسکو چھپا چھپا کر رکھا کرتا تھا میں اس سے بے پرواہوں جب دیکھے گا کہ اس سے میں بچ ہی نہیں سکتا تو اپنے ہاتھ کو اُسکے منہ میں دیدے گا وہ اسکے ہاتھ کو مست اونٹ کی طرح سے چبا ڈالے گا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو مگر لامحالہ وہ مال اسکے لئے قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت بنا دیا جائے گا یہانتک کہ اسیکا طوق اُسکے گلے میں ڈالدیا جاوے گا پھر آپ نے اسکے مصداق کو قرآن شریف سے پڑھکر سُنایا ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللّٰہ من فضلہ۔ اخیر آیۃ تک جسکا ترجمہ یہ ہے اور نہ گمان کریں وہ لوگ

کہ بخل کرتے ہیں اُس چیز کے دینے سے کہ اللہ نے محض اپنے فضل سے انکو دی تھی کہ وہ انکے لئے بہتر ہے بلکہ وہ انکے حق میں بہت بُرا ہے عنقریب وہ طوق ڈالے جائینگے اس مال کا جس سے وہ بخل کرتے تھے قیامت کے روز۔ اسکو ابن ماجہ اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے لفظ ابن ماجہ کے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے غنی مسلمانوں پر اُنکے مالوں میں ایسی مقدار فرض کی ہے کہ مسلمان فقرا کو کافی ہو اور فقرا ہرگز بھوکے ننگے ہونے کی مشقت نہ اُٹھائیں مگر انکے اغنیا کی کرتوت سے (یعنی اغنیا پر اتنا صدقہ فرض کیا ہے کہ اگر اسکو پورا پورا نکالکر اسکے موقع اور محل پر صرف کیا جائے تو فقرا تکلیف میں نہ رہیں) ہوشیار رہو کہ اللہ تعالےٰ ان سے سخت حساب لیگا اور انکو دردناک عذاب دے گا اسکو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کو تنہا ثابت ابن محمد زاہد نے روایت کیا ہی حافظ صاحبِ کتاب فرماتے ہیں اور ثابت ثقہ اور سچا ہے اس سے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسکے باقی راویوں میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر موقوف کر کر بھی روایت کیگئی ہے اور وہ زیادہ اچھی ہے۔ ۱۶

اور حضرت مسروق سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سود کھانے والا اور کہلانے والا اور اُسکے دونوں گواہ جبکہ جانتے ہوں اور گودنے والی عورت اور گدوانے والی اور صدقہ کو ٹالنے والا اور کسی دیہاتی کو بعد اُسکے ہجرت کے (ہجرت سے) لوٹا نیوالا یہ سب بزبان محمد صلے اللہ علیہ وسلم بروز قیامت ملعون ہونگے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور انہی کے لفظ ہیں اور احمد اور ابویعلی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حارث اعور کے واسطہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور اصبہانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کھانے والے اور کہلانے والے (یعنی دینے والے) اور اسکے گواہ اور اسکے لکھنے والے اور گودنے والی عورتیں اور گودواتے والی اور صدقہ کو روکنے والے اور حلالہ کرنے والا اور حلالہ کروانے والا۔ ان سب پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغنیا کو فقرا کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی فقرا کہیں گے اے ہمارے پروردگار ان اغنیا نے ہمارے حقوق کو کہ ہمارے واسطے آپ نے انپر فرض کردیا تھا ظلماً دبا لیا اللہ تعالےٰ عزوجل فرمائیں گے قسم ہے مجھے اپنے عزوجلال کی میں ضرور تم کو اپنے سے قریب کرونگا اور انکو بعید کرونگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریف تلاوت فرمائی والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ ترجمہ۔ اور وہ لوگ کہ انکے مالون میں حق مقرر ہے واسطے مانگنے والوں اور نہ مانگنے والون کے اسکو طبرانی نے صغیر اور اوسط میں اور ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں دونون نے حارث ابن نعمان کی روایت سے نقل کیا ہے ابو حاتم نے کہا ہے یہ راوی قوی نہیں ہے بخاری نے کہا ہے حدیث میں منکر سمجھا جاتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھپر پیش کئے گئے ہیں پہلے وہ تین آدمی جو جنت میں داخل ہونگے اور پہلے وہ تین جو دوزخ میں داخل ہونگے۔ جنت میں پہلے داخل ہونے والے یہ ہیں شہید اور بندہ مملوک کہ اُس نے اپنے رب کی عبادت اچھی کی اور اپنے سید کی خیر خواہی کی اور پارسا سوال سے بچنے والا عیالدار اور تین اول دوزخ میں داخل ہونے والے یہ ہیں حاکم مقرر کردہ (کہ منصف نہ ہو) اور مالدار اللہ کا حق اپنے مال سے ادا نہ کرتا ہو اور عالم مفاخرت کرنے والا اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے دو جگہ متفرق کرکے بیان کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم کو حکم کیا گیا ہے نماز کے قائم کرنے کا اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کا جو شخص زکوٰۃ نہ دے اُسکی نماز بھی (مقبول) نہیں ہے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں موقوف کرکر اسیطرح چند سندون کے ساتھ جن میں سے ایک صحیح ہے اور اصبہانی نے روایت کیا ہے اور اصبہانی کی ایک روایت میں اسطرح ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ نہ دی وہ ایسا مسلمان نہیں ہے کہ اسکا عمل اسکو نفع دے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۱۷

نے فرمایا جس شخص نے اپنے بعد خزانہ چھوڑا قیامت کے دن وہ خزانہ اسکے واسطے گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جسکی دو زبانیں ہونگی اس شخص کا پیچھا کرے گا یہ شخص کہے گا تو کون ہے وہ کہے گا میں تیرا وہی خزانہ ہوں جسکو تو چھوڑ آیا تھا وہ اسکا برابر پیچھا کرتا رہے گا یہانتک کہ (مجبوراً) اپنے ہاتھ کو اُسکا لقمہ بنا دے گا وہ اسکو چبا ڈالے گا پھر اسکے بعد تمام جسم کو۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن کہی ہے اور طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحوں میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں ان کا مال بروز قیامت ایک گنجا سانپ معلوم ہو گا جسکی دو زبانیں ہونگی یا اسکی آنکھوں پر دو گل ہونگے کہتے ہیں کہ وہ اسکو چپٹے گا یا گلے کا ہار ہو گا کہے گا میں تو تیرا خزانہ ہوں میں تو تیرا خزانہ ہوں اسکو نسائی نے سند صحیح سے نقل کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے فرمایا جسکو خدا نے مال دیا ہے پھر اس نے اسکی زکوۃ نہیں ادا کی وہ مال اسکے واسطے قیامت کے روز گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جسکی دو زبانیں ہونگی دن قیامت کے اسکا گلے کا ہار بنا دیا جائیگا پھر اپنی دونوں باچھوں سے پکڑے گا پھر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں پھر اس آیہ شریف کی تلاوت فرمائی۔ ولا یحسبن الذین یبخلون الخ اسکو بخاری اور نسائی اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

اور حضرت عمارۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جس شخص نے تین پر عمل کیا اسکو کچھ نفع نہیں ہو گا تا وقتیکہ سب کو بجا نہ لائے نماز اور زکوۃ اور رمضان کے روزے اور خانہ کعبہ کا حج اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں ابن لہیعہ ہے اور نعیم بن زیاد حضرمی سے بھی مرسل روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا جسکا ہر قدم اسکی انتہاء بصر پر پڑتا تھا آپ چلے اور آپکے ساتھ حضرت جبرئیل بھی چلے ایک قوم پر پہونچے کہ وہ ایک دن کھیتی بوتے تھے اور ایک دن کاٹتے تھے جب کاٹتے

۱۸

بھتے جیسی تھی ویسی ہی ہوجاتی تھی آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ
اللہ کے راستہ میں جہاد کرنیوالے ہیں انکی نیکیاں سات سو گنا چند در چند کی جاتی ہیں اور جو
کچھ انھون نے خرچ کیا ہے اسکا بدل دیا جاتا ہے پھر آپ ایک قوم پر گذرے کہ جنکا سر ایک بڑی
پتھر سے پھوڑا جاتا ہے جب پھوڑا جاتا ہے پھر جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتا ہے اور ان سے اس امر
میں کچھ توقف نہیں کیا جاتا۔ (بلکہ لگاتار یہ عمل جاری ہے) فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام
یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنکے سر نماز پڑھنے سے بھاری ہوتے ہیں (یعنی نماز سے خواب
غفلت میں سوتے ہیں) پھر آپ ایک قوم پر پہونچے کہ جنکے پیچھے ایک چیتھڑا (لٹک رہا ہے) اور
ایک چیتھڑا آگے بھی (لٹک رہا ہے یعنی لنگوٹیاں سی بندھی ہوئی ہیں اور لباس نہیں ہے) کہ جانوروں
کی طرح سے جہنم کی ناگ پھنی اور تھور اور گرم پتھروں میں چرتے ہیں فرمایا یہ کیسے لوگ ہیں اے جبرئیل
علیہ السلام فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے مالون کے صدقات نہیں ادا کرتے تھے اور اللہ نے
انپر ظلم نہیں کیا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں یہ حدیث بکمالہ قصہ معراج اور نماز کی
فرضیت میں بیان کی گئی ہے اسکو بزار نے بواسطہ ابن انس ابو العالیہ یا اور کسی کے پھر حضرت
ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر
رضی اللہ تعالے عنہ سے سُنا ایک ایسی حدیث کو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت
کرتے تھے اور میں باوجودیکہ بہ نسبت اُن لوگون کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ
چپٹا رہتا تھا پھر بھی میں نے جناب سے اسکو نہیں سُنا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خشکی اور دریا میں کوئی
مال کبھی تلف نہیں ہوتا بغیر زکوٰۃ روکے ہوئے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور یہ
حدیث غریب ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ کا روکنے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا اسکو طبرانی
نے صغیر میں سعد بن سنان سے روایت کیا ہے اور انہیں سنان بن سعد عن انس بھی کہا جاتا ہے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کبھی صدقہ یا زکوٰۃ کسی مال کے ساتھ ملتا ہے تو ضرور اسکو خراب کر دیتا ہے اسکو بزار اور بیہقی نے روایت کیا ہے حافظ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دو معنے کا احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ صدقہ اگر کسی مال میں چھوڑ دیا جائے اور نہ نکالا جائے تو اُس مال کو ہلاک کر دے گا اس معنے کی شہادت حضرت عمر کی حدیث دیتی ہے جو پہلے گذری ہے کہ دریا اور خشکی میں کوئی مال بھی تلف نہیں ہوتا بغیر زکوٰۃ کے روکے ہوئے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کوئی آدمی باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ لے اور اسکو اپنے مال کے ساتھ ملا کر رکھے تو وہ زکوٰۃ اسکے مال کو ہلاک کر دے گی امام احمد بن حنبل نے یہ ہی تفصیل کی ہے واللہ اعلم۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ان لوگون کے لئے عمل ظاہری تھا تو انہون نے قبول کر لیا اور زکوٰۃ انکے لئے چھپی ہوئی تھی اسکو کھا گئے وہی لوگ منافق ہیں یعنی نماز کا پڑھنا نہ پڑھنا ظاہر معلوم ہوتا تھا لہذا انکو پڑھنی پڑی اور زکوٰۃ کا ادا کرنا ایسی کھلی بات نہ تھی اسکو کھا گئے اور ادا نہ کیا معلوم ہوا کہ یہ لوگ منافق ہیں کہ ظاہر ظاہر اسلام کی باتیں کرتے ہیں باطن میں کافر ہیں پس پوشیدہ باتوں پر عمل کر کر کیا کریں اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو قوم زکوٰۃ روکتی ہے ضرور اللہ تعالےٰ انکو قحط سالی میں مبتلا فرماتا ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور حاکم اور بیہقی نے بھی ایک حدیث میں اس مضمون کو روایت کیا ہے کچھ الفاظ بدلے ہوئے ہیں حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور اسکو ابن ماجہ بزار اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے بیہقی کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مہاجرین کے گروہ پانچ باتیں ہیں اگر تم ان میں مبتلا ہوگے اور وہ تم پر اُتر آئیں تو میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ جس کسی قوم میں بیحیائی پھیل گئی اور انھوں نے اسکی اشاعت کی تو ان میں ضرور ایسے مرض پھیل جاتے ہیں جو انکے بزرگون میں نہ تھے اور جس کسی قوم نے کم ناپنا کم تولنا اختیار کیا وہ ضرور قحط سالی

۲۰

اور اخراجات کی شدت اور بادشاہوں کے ظلم میں گرفتار ہوتے ہیں اور جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ کو روکتے ہیں ضرور آسمان سے بارش ان پر روک دیجاتی ہے حتیٰ کہ اگرچہ پائے نہ ہوتے تو کچھ بارش نہ کیجاتی اور جو اللہ اور اسکے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں اللہ تعالےٰ غیروں میں سے اپر دشمن کر دیتا ہے جو انکے بعض مقبوضات کو لے لیتا ہے اور جب قوم کے سردار خدا کی کتاب سے مقدمات فیصل نہیں کرتے اللہ تعالےٰ انکے آپس میں (جنگ) اور ایک دوسرے سے خوف پیدا کر دیتا ہے۔

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں پانچ چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیسی پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے فرمایا جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اپر انکا دشمن ضرور مسلط ہوجاتا ہے اور جو لوگ بغیر خدائی قانون کے فیصلہ کرتے ہیں انہیں ضرور موت پھیل جاتی ہے اور جو زکوٰۃ روکتے ہیں انسے ضرور بارش رک جاتی ہے اور جو پیمانہ کم کرتے ہیں انسے ضرور پیداواری رک جاتی ہے اور قحط سالی میں مبتلا ہوتے ہیں اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن کے مرتبہ کے قریب ہے اور اسکے شواہد بھی ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں (زکوٰۃ نہ دئے ہوئے خزانہ سے کسی آدمی کے جسم پر ایسی طرح داغ نہیں دیا جائے گا کہ ایک درہم دوسرے درہم سے اور ایک دینار دوسرے دینار سے ملجائے بلکہ اسکی کھال کو اتنا بڑھا دیا جائیگا کہ اسپر اسکے خزانہ کا) ہر ہر درہم اور دینار علیحدہ رکھا جائے گا اسکو طبرانی نے کبیر میں سند صحیح کے ساتھ موقوف روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جس شخص کی پاک کمائی ہے زکوٰۃ کا روکنا اس کمائی کو خبیث بنا دیتا ہے اور جس نے خبیث (یعنی حرام کمائی) کی ہو زکوٰۃ کا دینا اسکو پاک نہیں کرتا اسکو طبرانی نے کبیر میں سند منقطع کے ساتھ موقوف روایت کیا ہے۔

اور حضرت احنف بن قیس سے مروی ہے کہتے ہیں میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا ایک آدمی پریشان بال اور کپڑے اور شکل کے ساتھ تشریف لائے اور کھڑے ہوکر اس جماعت کو سلام کیا پھر فرمایا خزانہ جمع کرنے والوں کو خوشخبری دیدو ایک پتھر کی جسکو جہنم میں تپایا جائے گا۔

پھر اسکو ان میں سے ہر ایک کی چھاتی کے مُنہ پر رکھا جاوے گا یہانتک کہ اُسکی (سوزش) مونڈھے کی
چھنی ہڈی سے پار ہو جائیگی اور چپنی ہڈی پر وہ پتھر رکھا جاوے گا کہ اسکی سوزش چھاتی کے منہ سے
پار ہو جائے گی پس وہ پتھر (یوں ہی) لغزش کرتا رہے گا۔ پھر انھوں نے پشت پھیری اور (مسجد)
کے ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں انکے پیچھے گیا اور انکے پاس بیٹھ گیا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون
صاحب ہیں میں نے عرض کیا میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اس جماعت نے آپکے اس فرمان کو
ناگوار جانا ہے فرمایا یہ لوگ کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا ہے میں نے کہا آپکا
خلیل کون فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ کیا تم جبل احد کو دیکھتے ہو راوی کہتے ہیں کہ
میں نے آفتاب کیطرف دیکھا کچھ دن باقی نہیں رہا تھا اور میں نے گمان کیا تھا کہ شاید نبی کریم
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھکو اپنے کسی کام کے لئے (احد) کو بھیجیں گے میں نے عرض کیا ہاں (یہ
جواب ہے اس فقرہ کا کہ کیا تم احد کو دیکھتے ہو) آپ نے فرمایا میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ
اس پہاڑ احد کی برابر سونا ہو اس تمام ہی کو خرچ کر دوں گا بجز تین قسم کے روپے کے اور یہ لوگ
سمجھتے نہیں ہیں دُنیا ہی کو جمع کرتے ہیں خدا کی قسم میں ان سے دُنیا نہیں مانگوں گا اور نہ دین کے
بارہ میں ان سے فتویٰ طلب کروں گا یہانتک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کروں (یعنی تا مرگ
ان لوگوں سے نہ کچھ دنیا طلب کروں گا نہ کوئی فتویٰ پوچھوں گا) اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے ۲۲
اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا خوشخبری دیدو خزانہ جمع کرنیوالوں کو ان کی پشتوں
میں ایک داغ دیا جاوے گی کہ ان کے پہلوؤں سے پار ہو جائے گا اور ایک داغ انکی گدھی پر
دیا جائے گا جو انکی پیشانیوں سے پار ہو جائے گا راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ بزرگ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔
راوی کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا لوگوں نے کہا یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
ہیں تب تو میں انکے پاس جا کر کھڑا ہوا اور عرض کیا میں نے ابھی جو آپ سے فرماتے ہوئے سنا ہے
وہ کیسا ہے (یعنی کس کا کلام ہے) فرمایا میں نے کچھ نہیں کہا بجز اس کلام کے جسکو انکے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا تھا راوی کہتے ہیں میں نے کہا اس عطا میں جس کو خلفا خزانہ عامرہ سے عطا
فرماتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں فرمایا اسکو لیلے یعنے اسواسطے کہ آجکل تو اس سے ایک قسم کی مدد ہے
جب وہ تیرے دین کی قیمت ہو جائے گی تو چھوڑ دینا یعنی جب عطا کا دینا موقوف ہو جاوے حکام کی خوشامد
کرنے میں دین فروشی پائی جاتی ہو اسوقت چھوڑ دینا چاہیئے)

غرض لوگون کے مال کی تاک مین نہ بیٹھا رہے۔ اسکے متعلق ایک قصہ یاد آیا۔ بلگرام[ف] میں ایک عالم بڑے بزرگ تھے اُنکے ایک خاص شاگرد آپکے پاس آئے اور آپکی کمزوری اور ناتوانی کو دیکھکر انھون نے جانچ لیا کہ آج اُستاد پر فاقہ ہے اسلیئے وہ اُٹھے اور گھر سے کچھ کھانا لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور یہ کھانا قبول فرمالیجئے آپ نے فرمایا کہ یہ کھانا اگرچہ حاجت کے وقت پہنچا ہی لیکن مجھکو اسکے قبول کرنے میں ایک عذر ہے وہ یہ کہ جسوقت تم میرے پاس سے اٹھکر گئے تھے اسی وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ کھانا لیکر آئینگے چونکہ میرے دلمین اسکا لالچ اور انتظار پیدا ہو گیا تھا اسلیئے میں قبول نہیں کر سکتا کیونکہ ایسی حالت میں ہدیہ لینا طریقہ سنت کے خلاف ہے وہ شاگرد بھی تھے بہت سمجھدار کہ ذرا اصرار نہیں کیا جیسا کہ بعض کم سمجھہ لوگونکی عادت ہے۔ کہ بزرگون سے جھک جھک کیا کرتے ہیں یہ نہایت بے ادبی ہے غرض کہ وہ فوراً کھانا لیکر اُٹھ گئے اور کچھ اصرار نہیں کیا اور بزرگ کی نگاہ سے غائب ہوکر آدھے راستہ سے پھر لوٹ آئے اور وہی کھانا پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت لیجئے اب تو میرے واپس چلے جانے سے لالچ اور انتظار نہیں رہا ہوگا اب قبول فرما لیجئے آپ نے قبول فرما لیا اور انکی اس سمجھداری پر بہت خوش ہوئے اور دعا دی آپ نے دیکھا کہ بزرگون نے لالچ سے کسقدر پرہیز کیا ہے غرض توکل کے لئے ضروری ہے کہ لوگون کے تحفوں اور ہدیون کا انتظار اور لالچ نہ ہو اگر توکل بغیر لالچ کے ہو تو وہ بہت خوب ہے اور اگر لالچ ہو تو پھر تدبیر ہی سنت ہے اور جان[ف] لینا چاہیئے کہ جسقدر توکل کرنا فرض ہے اسکے لئے تدبیر کا چھوڑ دینا ضروری نہیں ہے اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ جب کوئی شخص کسی مقدمہ مین وکیل مقرر کرتا ہے تو کیا وکیل مقرر کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھ جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وکیل کے کرنے کا جو کام ہے وہ وکیل کریگا جو مجھسے کچھ ہو سکتا ہے مجھکو کرنا چاہیئے۔ اسیطرح تدبیر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جبکہ تدبیر میں حد سے نہ گذر جائے کہ بالکل تدبیر ہی کا ہو رہے بلکہ تدبیر تو ایسی چیز ہے کہ جن کامون میں تدبیر کو بالکل دخل نہیں اور صرف دعا ہی پر اُنکا دارمدار ہے حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں بھی دعا کے ساتھ تھوڑی بہت تدبیر کرنی چاہیئے چنانچہ[ف] ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوجائیگا کہ

ف ایک شہر کا نام ہے ۱۲

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے توکل اور دُعا کے ساتھ تدبیر کو کس طرح جمع فرمایا اور اس حدیث میں
اور بھی فائدے ہیں۔ ایک صحابی جنکا نام مقدادؓ ہے مسافرانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان
پر ٹھہرے ہوئے تھے اور انکو حضورؐ نے بکریاں بتلادی تھیں کہ ان کا دودھ نکال کر انہیں سے کچھ
تو خود اور اپنے ساتھیوں کو پلادیا کرو اور کچھ ہمارے لئے رکھ دیا کرو وہ روزمرہ اسی طریقہ سے کچھ دودھ
تو اپنے ساتھیوں سمیت پی لیتے اور کچھ حضورؐ کے لئے رکھ چھوڑتے مگر ایک دن حضور کو آنے میں
دیر ہوئی تو حضرت مقدادؓ سمجھے کہ حضورؐ کہیں دعوت میں چلے گئے یہ خیال کرکے حضور کے حصہ کا دودھ بھی
پی لیا مگر جب پی چکے تو اسوقت خیال آیا کہ شاید حضور کو اور کسی وجہ سے آنے میں دیر ہوگئی ہو اور
کچھ کھایا پیا نہ ہو اس خیال سے ایسی بے چینی ہوئی کہ کروٹیں بدلتے تھے اور نیند نہ آتی تھی اسی فکر میں
تھے کہ حضورؐ تشریف لائے اور آپکی عادت شریف آنے کے وقت یہ تھی کہ اگر گھر والوں کو لیٹا ہوا دیکھتے
تو بہت آہستہ سلام کرتے اسطرح سے کہ اگر گھر والے جاگتے ہوتے تو سُن لیتے اور اگر سوتے ہوتے
تو کسی کی آنکھ نہ کھلتی۔ اسیطرح ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی
ہیں کہ شب برات میں بقیعؔ جانے کے لئے حضور آہستہ اُٹھے اور آہستہ سے کواڑ کھولے سب کام
آہستہ سے کئے تاکہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو سو اسیطرح سلام بھی آہستہ فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا
ہو تو سُن لے اور سوتا ہو تو اسکی نیند میں خلل نہ آئے اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے
کہ بعض لوگ دوسرے آدمیوں کی تکلیف کا بالکل خیال نہیں کرتے سوتے ہوئے آدمیوں میں
رات کو اُٹھکر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے
اسیطرح یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جو شخص کسی کام میں مشغول ہو اسوقت اسکو اپنی طرف متوجہ
کرنے سے اسکے ضروری کام میں حرج ہوتا ہے جسکی وجہ سے اسکو بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی
ہے نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز بھوپال میں وہ مغرب
کی نماز پڑھ رہے تھے اور ایک غیر مقلد انکے پاس کھڑے ہوئے تھے یہ خیال کرکے کہ صاحبزادے
صاحب بہت خوش ہونگے اس نے بڑے زور سے آمین کہی صاحبزادے صاحب نے بعد نماز
کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کچھ کام ہے ذرا مجھ سے ملکر جایئے گا وہ خوشی خوشی انتظار میں

۶ دوسروں کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط

۷ نواب صدیق حسن خان کے صاحبزادے کی حکایت

ھ مدینہ میں ایک قبرستان کا نام ہے ۱۲

بیٹھ گئے کہ دیکھتے کیا انعام ملتا ہے تھوڑی دیر میں صاحبزادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے اور وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا صاحبزادے صاحب نے انکے ایک دھول زور سے جمائی اور فرمایا کہ زور سے آمین کہنا تو ضرور حدیث میں آیا ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث مین آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اُٹھے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مخالفت بھڑکانے کے لئے ایسا کرتے ہو اسلئے یہ سزا دی گئی. حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز مین زیادتی یا کمی ہو رہی ہے. عوام کی کیا شکایت کریں. انصاف تو یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے بھی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور دوسرون کی تکلیف کا کچھ خیال نہیں رکھتے کہ ہمارے اس کام سے دوسرے کو تکلیف پہنچے گی بلکہ صرف لفظون ہی پر نظر ہے جیسا کہ ایک شخص کا قصہ ہے کہ جب وہ مرنے لگے تو بیٹے کو وصیت کی کہ جو کوئی میری تعزیت۵ کو آئے اسکو اونچی جگہ بٹھانا اور نرم نرم اور میٹھی باتیں کرنا اور بھاری کپڑے پہن کر اس سے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا. اب صاحبزادے کی سنئے ایک صاحب انکے والد کے دوست تعزیت کو آئے آپ نے فوراً نوکرونکو حکم دیا کہ انکو مچان پر بٹھاوو وہ آئے اور مجرمون کی طرح سے انکو زبردستی پکڑ کر مچان پر بٹھا دیا اب وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے نوکر کہتے ہیں کہ آقا کا یہی حکم ہے اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جاجم اور دری قالین میں لپٹے ہوئے ایک عجیب بغلول کی سی شکل بنائے ہوئے تھے آخر مہمان نے انکے والد صاحب کی تعزیت میں کچھ کہا تو جواب میں فرماتے ہیں گڑ انھون نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہے روئی. مہمان بیچارہ دنگ ہے غرض کھانے کا وقت آیا گوشت گلا نہ تھا مہمان نے کہیں اسکی شکایت کی تو آپ تیز ہو کر کہتے ہیں واہ صاحب میں نے آپکے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپ کو پسند نہیں آیا اب مہمان اور بھی پریشان ہوتے آخر دریافت کیا تو انھون نے بیان کیا کہ ابا جان نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص تعزیت کے لئے تمہارے پاس آئے تو اسکو اونچی جگہ بٹھانا اسواسطے مین نے آپ کو مچان پر بٹھلایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی اور یہ کہا تھا کہ بھاری کپڑے پہنکر ان سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کوئی کپڑا نہ تھا تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم اور میٹھی باتیں کرنا تو گڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی

۵ ماتم پرسی ۱۲

چنیز مجھکو نہ معلوم ہوئی اور یہ وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا تو اس کتے سے زیادہ کوئی جانور قیمتی ہمارے گھر نہ تھا مہمان لعنت بھیجکر وہاں سے رخصت ہوا پس یہی حالت ہماری ہے کہ الفاظ یاد کرتے ہیں نہ اخلاق ہی کی حقیقت سمجھتے ہیں نہ اور اعمال کی چنانچہ ہم نے اخلاق نام صرف خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے سو یہ تو حقیقت میں نفاق ہے کہ دل میں تو کینہ بھرا ہوا اور زبان سے خوشامد کی باتیں کیجاتیں۔ اخلاق کی تو حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی شخص کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہ پہنچے نہ اسکے سامنے نہ اسکے پیچھے مگر ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہر داری کا نام ہے گو اس سے تکلیف ہی پہنچے اسکی کچھ پروا نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رعایت دیکھئے کہ سلام بھی کرتے ہیں تو اسطرح سے کہ کوئی بےچین نہ ہو غرض حضورؐ عشا کے بعد تشریف لائے اور عادت کے موافق سلام کرکے برتنوں کی طرف چلے اور وہ صحابی جو دودھ پیکر لیٹ گئے تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں آپکو یہیں دودھ نہ ملا چونکہ حضورؐ کو اسوقت بھوک لگی ہوئی تھی اور کھانے کی حاجت تھی اسلئے آپ نے اول تو عادت کے موافق کچھ نفلیں پڑہیں اور انکے بعد یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ جو مجھکو کھانا کھلائے آپ اسکو کھانا کھلائیے۔ دیکھئے یہ بات غور کے لائق ہے کہ حضورؐ نے توکل کے ساتھ ظاہری سبب کو کیسے عمدہ طریقہ سے جمع کیا کہ یہ ظاہر کردیا کہ کھانا اکثر اسی طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آئے کیونکہ آپ نے دعا یوں فرمائی کہ اے اللہ جو شخص مجھکو کھانا کھلائے ہکو آپ کھانا کھلا دیجئے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کا مقصود دعا سے یہ تھا کہ کوئی شخص کھانا لاکر آپ کو کھلائے اور اگر توکل کے ساتھ ظاہری سبب کو جمع کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ بھی تو دعا فرما سکتے تھے کہ اللہ آسمان سے خوان کھانے کا بھیج دیجئے مگر حضورؐ نے توکل کے ساتھ تدبیر کو بھی نہایت پاکیزہ طور پر جمع فرمایا بقیہ قصہ کا یہ ہے کہ اس دعا کے سننے کے بعد وہ صحابی اُٹھے اور گو بکریوں کا دودھ پہلے دوہ چکے تھے مگر چونکہ یقین تھا کہ حضورؐ کی دعا قبول ہوئی ہوگی اسلئے پھر برتن لیکر بکری کے نیچے بیٹھ گئے اللہ تعالےٰ کی قدرت سے بکریوں نے اسقدر دودھ دیا کہ برتن بھر گیا اس برتن کو لیکر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ غرض اس قصہ کے بیان سے یہ تھی کہ دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا اور توکل کے ساتھ تدبیر اور ظاہری سبب کی کیسے عمدہ طریقہ سے رعایت فرمائی *

(باقی آئندہ)

روح ہفتم نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا

تاکہ اُنسے اچھی باتیں سُنیں ان سے اچھی خصلتیں سیکھیں اور جو نیک لوگ گذر گئے ہیں اُنکے اچھے حالات کی کتابیں پڑھکر یا پڑھوا کر اُنکے حالات معلوم کرنا کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے گویا اُنکے پاس ہی بیٹھکر اُنسے باتیں سُنلیں اور اُنسے اچھی خصلتیں سیکھ لیں **ف** چونکہ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دوسرے انسان کے خیالات اور حالات سے بہت جلد اور بہت قوت کے ساتھ اور بدون کسی خاص کوشش کے اثر قبول کر لیتا ہے اچھا اثر بھی اور بُرا اثر بھی اسلئے اچھی صحبت بہت ہی بڑے فائدہ کی چیز ہے اور اسی طرح بُری صحبت بڑے نقصان کی چیز ہے اور اچھی صحبت ایسے شخص کی صحبت ہے جسکو ضرورت کے موافق دین کی باتوں کی واقفیت بھی ہو اور جسکے عقیدے بھی اچھے ہوں۔ شرک بدعت اور دُنیا کی رسموں سے بچتا ہو اعمال بھی اچھے ہوں نماز روزہ اور ضروری عبادتوں کا پابند ہو معاملات بھی اچھے ہوں لین دین صاف ہو حلال و حرام کی احتیاط ہو اخلاق ظاہری بھی اچھے ہوں مزاج میں عاجزی ہو کسیکو بیوجہ تکلیف نہ دیتا ہو غریبوں حاجتمندوں کو ذلیل نہ سمجھتا ہو اخلاق باطنی بھی اچھے ہوں خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکا خوف دل میں رکھتا ہو دُنیا کا لالچ دل میں نہ رکھتا ہو دین کے مقابلہ میں مال اور راحت اور آبرو کی پروا نہ رکھتا ہو آخرت کی زندگی کے سامنے دُنیا کی زندگی کو عزیز نہ رکھتا ہو ہر حال میں صبر و شکر کرتا ہو جس شخص میں یہ باتیں پائی جاویں اسکی صحبت اکسیر ہے۔ اور جس شخص کو ان باتوں کی پوری پہچان نہ ہو سکے اسکے لئے یہ پہچان ہے کہ اپنے زمانہ کے نیک لوگ (جنکو اکثر مُسلمان عام طور پر نیک سمجھتے ہوں ایسے نیک لوگ) جس شخص کو اچھا کہتے ہوں اور دس پانچ بار اسکے پاس بیٹھنے سے بُری باتوں سے دل ہٹنے لگے اور نیک باتوں کی طرف دل جھکنے لگے بس تم اسکو اچھا سمجھو اور اُسکی صحبت اختیار کرو اور جس شخص میں بُری باتیں دیکھی جاویں بدون کسی سخت مجبوری کے اس سے میل جول مت کرو کہ اس سے دین تو بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دُنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے کبھی تو جان کا کہ کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہو جاتا ہے اور کبھی مال کا کہ بُری جگہ خرچ ہو گیا یا دھوکہ میں آکر کسیکو دیدیا خواہ محبت کے جوش میں آکر مفت دیدیا خواہ قرض کے طور پر دیا تھا پھر وصول نہ ہوا اور کبھی آبرو کا کہ بُروں کے ساتھ یہ بھی رسوا و بدنام ہوا اور جس شخص میں نہ اچھی علامتیں معلوم ہوں اور نہ بُری علامتیں اسپر گمان تو نیک رکھو مگر اُسکی صحبت مت اختیار کرو۔ غرض تجربہ سے نیک صحبت کو دین کے سنورنے میں اور دل کے مضبوط ہونے میں بڑا دخل ہے اور اسیطرح صحبت بد کو دین کے بگڑنے میں اور دل کے کمزور ہونے میں اب چند آیتیں اور حدیثیں صحبت نیک کی ترغیب میں اور صحبت بد کی مذمت میں لکھی جاتی ہیں۔

نمبر ۱۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو لوگ (دین کے پکے اور) سچے ہیں انکے ساتھ رہو ف ساتھ رہنے میں ظاہری صحبت بھی آگئی اور انکی راہ پر چلنا بھی آگیا (سورہ توبہ) نمبر ۲۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات (اور احکام) میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو اُن لوگوں (کے پاس بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو جا یہانتک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جاویں اور اگر تجھکو شیطان بھلادے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے) تو (جب یاد آجاوے) یاد آنیکے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (بلکہ فوراً اُٹھ کھڑا ہو اور اس سے ایک آیت کے بعد ارشاد ہے) اور (کچھ مجلس تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ) ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے (اُس) دین کو (جسکا ماننا انکے ذمہ فرض تھا یعنی اسلام کو) لہو و لعب بنا رکھا ہے الخ (سورہ انعام) نمبر ۳ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں اُن میں سب سے اچھا کون شخص ہے (کہ ہم ہی کے پاس بیٹھا کریں) آپنے ارشاد فرمایا ایسا شخص (پاس بیٹھنے کیلئے سب سے اچھا ہے) کہ جسکا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاوے اور اُسکا بولنا تمہارے علم (دین) میں ترقی دے اور اسکا عمل تم کو آخرت کی یاد دلاوے (ابو یعلی) ف میں نے جو اوپر نیک شخص کی علامتیں بیان کی ہیں اس حدیث میں اُن میں سے بعضی بڑی علامتیں مذکور ہیں نمبر ۴ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حضرت ابو امامہؓ کا قول ہو تب بھی حدیث ہی ہے) کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹا تو علماء کے پاس بیٹھنے کو اپنے ذمہ لازم رکھنا اور اہل حکمت کی باتیں سنتے رہنا (حکمت دین کی باریک باتوں کو کہتے ہیں جیسی بعضے درویش کیا کرتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالےٰ مردہ دل کو نور حکمت سے اسطرح زندہ کر دیتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار پانی سے زندہ کر دیتے ہیں (طبرانی فی الکبیر) نمبر ۵ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کیلئے واجب (یعنی ضروری الثبوت) ہو گئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں الخ (رواہ ابن حبان) ف یہ جو فرمایا میرے علاقہ سے مطلب یہ کہ محض دین کیواسطے نمبر ۶ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہمنشین اور بد ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے ہوئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک شخص بھٹی کو دھونک رہا ہو (یہ مثال ہے بد صحبت کی) سو وہ مشک والا یا تو تجھکو دیدیگا اور یا (اگر نہ بھی دیا تو) اُس سے تجھکو خوشبو ہی پہونچ جاویگی اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دیگا (اگر کوئی چنگاری آپڑی) اور یا (اگر اس سے بچ بھی گیا تو) اسکی گندی بو ہی تجھکو پہونچ جاویگی (بخاری و مسلم) ف یعنی نیک صحبت سے اگر کامل نفع نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاویگا اور بد صحبت سے اگر کامل ضرر نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاویگا یہ سب حدیثیں

۳۰

ترغیب سے لیگئی ہیں نمبر ۷ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے (ترمذی و ابوداؤد و دارمی) ف اسکے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کافر کی صحبت میں مت بیٹھو دوسرا یہ کہ جسکا ایمان کامل نہ ہو اسکے پاس مت بیٹھو پس پورا قابل صحبت وہی جو مومن ہو خصوص جو مومن کامل ہو یعنی دین کا پورا پابند ہو نمبر ۸ حضرت ابو رزینؓ سے روایت ہے اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس دین کا (تمرا) مدار ہے جس سے تم دُنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہو ایک تو اہل ذکر کی مجالس کو مضبوط پکڑ لو (اور دوسرے) جب تنہا ہوا کرو جہانتک ممکن ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو (اور تیسرے) اللہ ہی کیلئے محبت رکھو اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھو الخ (بیہقی فی شعب الایمان) ف یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحبت نیک جڑ ہے تمام دین کی. دین کی حقیقت دین کی حلاوت دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھکر ذریعہ ان چیزوں کا صحبت نیک ہے نمبر ۹ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں اُنپر زبرجد کے بالاخانے قائم ہیں اُنمیں کھلے ہوئے دروازے ہیں جو تیز چمکدار ستارہ کی طرح چمکتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بالاخانوں میں کون رہے گا آپ نے فرمایا جو لوگ اللہ کیلئے (یعنی دین کیلئے) آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے لئے آپسمیں ملاقات کرتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) یہ سب حدیثیں مشکوۃ سے لیگئی ہیں نمبر ۱۰ حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ نہ سکونت کرو اور نہ انکے ساتھ یکجائی کرو (یعنی انکی مجلس میں مت بیٹھو) جو شخص انکے ساتھ سکونت کریگا یا یکجائی کریگا وہ ان ہی میں سے ہے (ترمذی) یہ حدیث جمع الفوائد سے لیگئی ہے ان سب آیتوں و حدیثوں سے مدعا کے ایک جزو کا ثابت ہونا ظاہر ہے یعنی نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا تاکہ ان سے اچھی باتیں سُنیں اور انسے اچھی خصلتیں سیکھیں اب مدعا کا دوسرا جزو رہگیا یعنی جو نیک لوگ گذر گئے ہیں کتابوں سے انکے اچھے حالات معلوم کرنا کہ اس سے بھی ویسے ہی فائدے حاصل ہوتے ہیں جیسے انکے پاس بیٹھنے سے آگے اُس دوسرے جز کا بیان کرتے ہیں نمبر ۱۱ ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور حضرت ہود علیہ السلام کا اور حضرت صالح علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت لوط علیہ السلام کا اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سب قصے) آپ سے بیان کرتے ہیں جنکے ذریعہ سے ہم آپکے دل کو تقویت دیتے ہیں (سورہ ہود) ف یہ ایک فائدہ ہے نیکوں کے قصوں کے بیان کرنے کا کہ اُن سے دل کو مضبوطی اور تسلی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حق پر مضبوط رہے ہمکو بھی مضبوط رہنا چاہیئے

۳۱

اور جسطرح اس مضبوطی کی برکت سے خدا تعالےٰ نے انکی مدد فرمائی اسیطرح اس مضبوطی پر ہماری بھی مدد ہوگی
جسکو اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے پیغمبرونکی اور ایمان والون کی (یہاں) دُنیاوی زندگانی
میں بھی مدد کرتے ہیں اور (وہاں) اُس روز بھی (مدد کرینگے) جسمین گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہونگے۔
(مراد اس سے قیامت کا دن ہی سورہ مومن) اور وہان کی مدد تو ظاہر ہے کہ حکم ماننے والے ظاہر میں بھی کامیاب
ہونگے اور بے حکمی کرنیوالے ناکام ہونگے اور یہان کی مدد کبھی تو اسیطرح کی ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرح ہوتی ہے
وہ اسطرح کہ اول بیچمو نکو حکم ماننے والوں پر غلبہ ہوگیا مگر من جانب اللہ کسیوقت ان سے بدلا ضرور لیا گیا چنانچہ
تاریخ بھی اسکی گواہ ہے (تفسیر ابن کثیر) اور اُن قصوں سے یون بھی تسلی ہوتی ہے کہ جیسے دین پر مضبوط رہنے پر آخرت
مین وہ بڑے رہینگے جسکی خبر کئی قصون کے بعد اس ارشاد میں دیگئی ہے یقیناً نیک انجامی متقیون ہی کیلئے ہے
(سورۂ ہود) اسیطرح ہم سے بھی اس بڑے رہنے کا وعدہ ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جو لوگ متقی ہیں ان کافرون سے
اعلےٰ درجہ (کی حالت) میں ہونگے (سورہ بقرہ) **نمبر ۱۲** حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص (ہمیشہ کیلئے) کوئی
طریقہ اختیار کرنیوالا ہو اسکو چاہیئے کہ اُن لوگون کا طریقہ اختیار کرے جو گذر چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی پر تو بچل
جانیکا بھی شبہ ہے (اسلئے زندہ آدمی کا طریقہ اسیوقت تک اختیار کیا جا سکتا ہے جبتک وہ راہ پر رہے) یہ لوگ
(جنکا ہمیشہ کیلئے طریقہ لیا جا سکتا ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں (اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ
جہانتک ہو سکے انکے اخلاق وعادات کو سند بناؤ (رزین) (جمع الفوائد) **ف** اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کے اخلاق
وعادات کا اختیار کرنا تب ہی ممکن ہے جب انکے واقعات معلوم ہوں تو ایسی کتابوں کا پڑھنا سننا ضرور ٹھہرا۔

نمبر ۱۳ جسطرح قرآن مجید میں حضرات انبیاء وعلماء واولیاء کے قصے بمصلحت انکی پیروی کرنیکے مذکور ہیں (جو اس
ارشاد میں مذکور ہے فبھدٰھم اقتدہ) اسیطرح حدیثون میں بھی ان مقبولین کے قصے بکثرت مذکور ہیں چنانچہ حدیث
کی اکثر کتابون میں کتاب القصص ایک مستقل حصہ قرار دیا گیا ہے اس سے بھی ایسے قصون کا مفید اور قابل اشتغال
ہونا ثابت ہوتا ہے اسیوجہ سے بزرگون نے ہمیشہ ایسے قصونکی کتابین لکھنے کا اہتمام رکھا ہے اب میں ایسی چند کتابونکے
نام بتلاتا ہون کہ انکو پڑھا کریں یا سنا کریں اگر سنانیوالا عالم ملجائے تو سبحان اللہ ورنہ جو ملجائے (۱) تاریخ حبیب الٰہ
(۲) نشر الطیب (۳) مغازی الرسول (۴) قصص الانبیاء (۵) مجموعہ فتوح الشام والمصر والعجم (۶) فتوح العراق
(۷) فتوحات بہنسا (۸) فردوس آسیہ (۹) حکایات الصالحین (۱۰) تذکرۃ الاولیاء (۱۱) انوار المحسنین۔
(۱۲) نزہتہ البساتین (۱۳) امداد المشتاق (۱۴) نیک بیبیاں۔ (نوٹ) ان میں ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ مین
بعض مضامین اور ۱۴ کا حصہ ملفوظات عام لوگونکی سمجھ میں شاید نہ آویں وہ ان سے اپنا ذہن خالی رکھیں۔

اشرف علی عفی عنہ تھانوی

۳۲

برد میداندیشۂ زان طفل خورد　　پیر با صد تجربہ بوئے نہ برد

یعنی اُس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڈھا باوجود سو تجربوں کے بو نہ لیجا سکا تو معلوم ہوا کہ اُس بچہ کی عقل فطرتاً ہی زیادہ تھی۔

خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است　　باز افزونے کہ جہد و فکرت است

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد و فکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود　　یا کہ لنگے راہوارانہ رود

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلف) راہواروں کی طرح چلتا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ وہی دادۂ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر فرما دیا آگے پھر اُن لڑکوں کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

۱۰۹

شرح حبیبی

روز گشتند و آمدند آن کودکان　　بر ہمین فکرت بمکتب شادمان

جملہ استادند بیرون منتظر　　تا در آید اوّل آن یار مصر

زانکہ منبع او بدست این رای را　　سر امام آمد ہمیشہ پائے را

اے مقلد تو مجو پیشے بران　　کو بود منبع ز نور آسمان

او در آمد گفت او ستا را سلام	خیر باشد رنگ روئیت زرد فام
گفت استا نیست رنجے مر مرا	تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا
نفی کرد اما غبار وہم بد	اندکے اندر دلش ناگاہ زد
اندر آمد دیگرے گفت اینچنین	اندکے آن وہم افزون شد برین
ہمچنین تا وہم او قوت گرفت	ماند اندر حال خود بس در شگفت

۱۱۰ خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہوا اسوقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤن کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہی ہے اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور محقق سے جو کہ نور حق سُبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑہنے کا خیال نہ کرنا چاہیئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سُنو کہ وہ لڑکا آیا اور آکر اُس نے اُستاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے اُستاد نے اسکو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکواس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اُس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر برے خیال نے اسکے دل پر اثر ضرور کیا اُس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو۔ دوسرا اور آیا اُس نے بھی یہی کہا۔ اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا حتی کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اُس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہون اور یہ سمجھکر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کسقدر عجیب بات ہے کہ میں بیمار ہون اور مجھے خبر نہیں۔ یہان مولانا اسکے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

لڑکون کا اُستاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکان ۔ بر ہمین فکرت بمکتب شادمان

یعنی دن ہوگیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آتے۔

جملہ استادند بیرون منتظر ۔ تا در آید اول آن یار مکر

یعنی سارے باہر منتظر کہڑے ہو گئے تا کہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست این رای را ۔ سر امام آمد ہمیشہ پاے را

یعنی اسلئے کہ اُس راے کا وہی منبع تھا اور پاؤن کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے لہذا وہ اسکے منتظر ہوے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجو بیشی بران ۔ کو بود منبع ز نور آسمان

یعنی اے مقلد تو اسپر بیشی مت ڈھونڈھ جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ بس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اُس پہ اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر اُن لڑکون کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استا را سلام ۔ خیر باشد رنگ رویت زرد فام

یعنی وہ لڑکا آیا اور اُستاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپکے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مر مرا — تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا

یعنی استاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خبردار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد — اندکے اندر دلش ناگاہ زد

یعنی اُس نے نفی کردی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اُسکے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین — اندکے آن وہم افزون شد برین

یعنی دوسرا اندر آیا اور اُس نے بھی اسیطرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر زیادہ ہوا۔

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت — ماند اندر حال او بس در شگفت ۱۱۲

یعنی اسیطرح (سب کہتے رہے) یہانتک کہ اسکے وہم نے قوت پکڑلی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں رہگیا (کہ مجھے کیا ہوگیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسرون کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسیطرح فرعون بھی دوسرونکی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہوگیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد — زد دل فرعون را رنجور کرد

گفتن ہر یک خداوند و ملک — آنچنان کردش ز وہمے منہتک

کہ بدعوے الٰہی شد دلیر | اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر

عقل جزوی آفتش وہم ست و ظن | زانکہ در ظلمات شد او را وطن

بر زمین گر نیم گز راہے بود | آدمی بے وہم ایمن می رود

بر سر دیوار عالے گر روی | گر دو گز عرضش بود کژ می شوی

بلکہ می اُفتی ز لرز دل بوہم | ترس وہم را نکو بنگر بفہم

۱۱۳

دیکھو جسطرح لڑکون کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھہ گیا اور پھر سچ مچ بیمار بنگیا یون ہی عورتون بچون اور مردون غرض کہ مخلوق کے سجدون سے فرعون اپنے کو خدا سمجھہ گیا تھا اور یہ سمجھکر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یون ہی اسکو رسوا کیا تھا کہ وہ دعوے الوہیت پر جرأت کر بیٹھا۔ اور اژدہا بنگیا کہ اپنی تعظیم سے اسکا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم و ظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم و ظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اسپر غالب آکر اُسکو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اسکی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا رستہ ہو تو آدمی بیخوف و خطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اسپر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا رستہ بھی ہوگا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف جھک جاؤگے بلکہ غلبہ وہم سے دل کانپنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائینگے اور تم گر پڑوگے اس سے تم سمجھہ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آکر اسکو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سُنو۔

شرح شبیری

فرعون کا لوگون کی تعظیم کی وجہ سی بیمار ہو جانا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد　　زو دل فرعون رار نجور کرد

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتون اور بچون اور مردوں سے جلد ہی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن و طفل و مرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگون کی تعظیم کی وجہ سے اسکا دل خراب ہوگیا اور اسکے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بہرا گیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

۱۱۴

گفتن ہر یک خداوند و ملک　　آنچنان کردش ز وہم منہلک

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اسکو اسطرح وہم سے ہلاک ہونیوالا کر دیا۔

کہ بدعوے الٰہی شد دلیر　　اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر

یعنی کہ دعوے الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدہا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اسکو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست و ظن　　زانکہ در ظلمات شد او را وطن

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اسلئے کہ ظلمات میں اسکا وطن ہوتا ہے۔ تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھہ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

بر زمین گر نیم گز راہے بود　　آدمی بے وہم ایمن مے رود

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہووے تو آدمی بے وہم کے بیخوف چلا جاتا ہے۔

بر سر دیوار عالے گر روی گر دو گز عرضش بود کژ می شوی

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتے ہو تو اگر اسکا عرض دو گز ہو تب بھی کج ہوئے جاتے ہو۔

بلکه می افتی ز لرز دل بوہم ترس وہم را نکو بنگر بفہم

یعنی بلکہ تم دل کے کانپنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو فہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدھی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گرے پڑتے ہو یہ اسکی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور وہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اُس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

گشت استا سخت سست از وہم و بیم بر جہید و میکشا ئید او گلیم

خشمگین با زن که مہر او سست است من بدین حالم نپرسید و نجست

خود مرا آگه نکرد از رنگ من قصد دارد تا رہد از ننگ من

او بحسن و جلوہ خود مست گشت بیخبر کز بام من افتاد طشت

آمد و در را بہ تندی بر کشاد کودکان اندر پئے آن اوستاد

115

گفت زن خیرست چون زود آمدی / کہ مبادا ذات نیکت را بدی

گفت کوری رنگ و حال من ببین / از غم بیگانگان اندر حنین

تو درون خانہ از بغض و نفاق / می نہ بینی حال من در احتراق

گفت زن ای خواجہ عیبی نیستت / وہم و ظن و لاش بے معنیستت

گفت لے غر تو ہنوزی در لجاج / مے نہ بینی این تغیر وارتجاج

۱۱۶ گر تو کور و کر شدی ما را چہ جرم / ما درین رنجیم و در اندوہ و گرم

گفت اے خواجہ بیارم آینہ / تا بدانی کہ ندارم من گنہ

گفت رو نہ تو رہے نے آینہ ات / دائما در بغض و کینے و عنت

جامۂ خواب مرا زو گستران / تا بخسپم کہ سر من شد گران

زن توقف کرد مردش بانگ زد / کاے عدو زوتر ترا این مے سزد

جامہ خواب آورد و گسترد آن عجوز / گفت امکان نے و باطن پر ز سوز

(باقی آیندہ)

قولہ گفت الخلق عیال للاٰلہ ۔ فی الجامع الصغیر اخرج ابو یعلی فی مسندہ والبزار عن انس والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ

قولہ نگریستن عزرائیل فی کتاب شرح الصدور للامام السیوطی رح اخرج (ای) ابن ابی شیبۃ بھذا السند (ای عن عبد اللہ بن نمیر عن الاعمش) عن خثیمۃ قال دخل ملک الموت علی سلیمان عم فجعل ینظر الی رجل من جلسائہ ویدیم النظر الیہ فلما خرج قال الرجل من ھذا قال ھذا ملک

(مصرعہ) گفت الخلق عیال للاٰلہ ۔

جامع صغیر میں ہے کہ ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور بزار نے حضرت انس رض سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ خلق تمام اللہ تعالیٰ کی عیال (یعنی زیر پرورش) ہیں سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اسکی عیال کو زیادہ تر نفع پہونچانے والا ہو۔

قولہ نگریستن عزرائیل علیہ السلام الخ امام سیوطی رح کی کتاب شرح الصدور میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے یعنی عبد اللہ بن نمیر نے اعمش سے انہوں نے خثیمہ سے روایت کیا ہے اونہوں نے کہا کہ حضرت ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور اونکے اہل مجلس میں سے ایک شخص کیطرف دیکھنے لگے اور تکنے لگے جب ملک الموت چلے گئے اوس شخص نے کہا یہ کون تھے حضرت سلیمان عم نے فرمایا یہ ملک الموت تھے اوس شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف اسطرح نظر کرتے تھے جیسے میرا ہی قصد کرتے ہوں آپنے فرمایا تو کیا چاہتا ہے ۔ کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ مجکو

17

الموت قال رأیتہ ینظر الی کانہ یریدنی قال فما ترید قال ارید ان تحملنی علی الریح حتی تلقینی بالھند فدعا الریح فحملہ علیھا فالقتہ فی الھند ثم اتی ملك الموت سلیمان قال انك کنت تدیم النظر الی رجل من جلسائی قال کنت اعجب منہ امرت ان اقبضہ بالھند وھو عندك۔

ہوا پر سوار کر دیجئے تاکہ مجکو ہند میں اوتار دے آپنے ہوا کو بلایا اور اوس شخص کو اوسپر سوار کر دیا او اس نے ہند میں اوتار دیا پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے آپنے اونسے فرمایا کہ تم میرے جلیسوں میں سے ایک شخص کی طرف تک رہے تھے (یہ کیا بات تھی) اونہوں نے کہا کہ میں اوس پر تعجب کر رہا تھا مجکو حکم ہوا تھا کہ اسکی روح ہند میں قبض کروں اور وہ آپ کے پاس حاضر تھا (اوسپر تعجب تھا کہ اس حکم کی تعمیل کیسے ہوگی اللہ تعالی نے یہ سامان کر دیا)

۱۸

قولہ نعم مال صالح گفت آن رسول اخرجہ الامام احمد کما فی کنوز الحقائق۔

(مصرعہ) نعم مال صالح گفت آں رسول۔
امام احمد نے اوسکو روایت کیا جیسا کہ کنوز الحقائق میں ہے **ف** یعنی نیک مال نیک آدمی کیلئے اچھی چیز ہے۔

قول الشارح ارشاد عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان للشیطان لمۃ بابن آدم وللملك لمۃ فاما لمۃ الشیطان

صاحب کلید کا قول ارشاد الخ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا ایک تعلق اور اثر ہے آدمی کے ساتھ اور فرشتے کا ایک تعلق اور اثر ہے۔ سو شیطان کا اثر تو بری بات کا وعدہ اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا اثر اچھی

فایعاد بالشر وتکذیب بالحق واما
لمۃ الملک فایعاد بالخیر وتصدیق
بالحق فمن وجد ذلک فلیعلم انہ
من اللہ فلیحمد اللہ ومن وجد
الاخری فلیتعوذ باللہ من الشیطان
الرجیم الخ رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ

بات کا وعدا اور حق کی تصدیق۔ سو جو شخص اس (مابعد کے) اثر کو محسوس کرے سو وہ یقین کرلے کہ یہ من جانب اللہ ہے اور اللہ تعالی کا شکر کرے اور جو شخص دوسری حالت محسوس کرے وہ اللہ تعالی کی پناہ مانگے شیطان رجیم سے روایت کیا ترمذی نے۔ مشکوۃ

قولہ گفت پیغمبر الخ قولہ
کالمستشار
موتمن اخرجہ
ابن ماجہ

قولہ گفت پیغمبر الی قولہ کالمستشار موتمن روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ **ف** یعنی جس سے مشورہ لیا جاے اوسکو چاہیئے کہ امین ہو نہ مشورہ میں خیانت کرے نہ اُس راز کو کسی پر ظاہر کرے۔

١٩

قول الشارح اذا غزا
عن کعب بن مالک
قال لم یکن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
یرید غزوۃ
الا وری رواہ
البخاری کذا
فی المشکوۃ

صاحب کلید کا قول اذا غزا حضرت کعب ابن مالک رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ (سفر جہاد) کا ارادہ فرماتے تھے کسی اور طرف کے سفر کی صورت ظاہر فرماتے تھے (جسکی مثال سعدی کے اس شعر میں ہے) ؎ سکندر کہ با شرقیاں حرب داشت
در خیمہ گویند در غرب داشت۔ روایت کیا اسکو بخاری نے مشکوۃ۔

قولہ عقل چوں جبریل گوید احمدا
گر یکے گامے نہم سوزد مرا

شعر مثنوی عقل چوں جبریل گوید احمدا۔
گر یکے گامے نہم سوزد مرا۔ خصائص کبری

فی الخصائص الکبریٰ
فی حدیث طویل فی حدیث
المعراج بروایۃ ابن ابی حاتم
ثم انطلق بی حتی انتھی الی
الشجرۃ فغشیتنی سحابۃ فیھا
من کل لون فرفضنی جبرئیل
وخررت ساجدا للہ تعالیٰ
الحدیث وفی نشر الطیب
ما ترجمہ اسند ابو الحسن
ابن غالب فی شفاء الصدور
الی ابی الربیع بن سبع من
حدیث ابن عباس قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حتی وقف جبرئیل
علیہ السلام فی مکان
فقلت یا جبریل ھل
یرفض خلیل خلیلہ
فی مثل ھذا المکان
فقال لو سبقت
احترقت
من النور ۔

۲۰

میں معراج کی ایک طویل حدیث میں ابن
ابی حاتم کی روایت سے منقول ہے کہ پھر جبریل
علیہ السلام مجکو آگے لے چلے یہاں تک کہ شجرہ
(سدرۃ المنتہیٰ) تک پہونچے پھر مجکو ایک
بادل نے چھپالیا جس میں ہر قسم کے رنگ تھے
سو جبریل نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں اللہ
تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور نشر الطیب
میں ہے کہ ابو الحسن بن غالب نے ابو الربیع
ابن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حضرت
ابن عباس سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس
جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں
میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک
پہونچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا کہ اے جبریل کیا
ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو
چھوڑتا ہے انہوں نے کہا اگر میں اس مقام
سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں شیخ سعدی
نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ۔ بدو گفت سالار
بیت الحرام ۔ کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلص یافتی ۔ عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند ۔ بماندم کہ نیروے بالم نماند

(باقی آئندہ)

(۱۳) فرمایا ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ خطرے کی کے قسمین ہیں تو انھون نے منہ پھیر لیا جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا کہ لا الہ الا اللہ میرا یہ گمان نہیں تھا۔ مَیں ایسے وقت تک زندہ رہونگا کہ حقیقت کے متعلق باتمیں ہی رہجاوینگی یہان تو کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۴) اور سفر رنگون میں دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ علم حاصل کرنے مین بدون عمل کے بھی دو نفع ہیں ایک تو عقیدہ اچھا ہو جاتا ہے دوسرے اس شخص پر ایک زمانہ ایسا آجاویگا کہ علم اسکو اپنی طرف کھینچ لیویگا۔

(۱۵) اُسی سفر مین فرمایا کہ یہان مال تو بہت ہے مگر کمال نہیں اور ہمارے اطراف میں الحمد للہ قدرِ ضرورت مال بھی ہے اور کمال بھی۔ یہان ضرورت کے موافق بھی کمال نہیں ہے۔ پھر ہنسکر فرمایا کہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک کمال ہی ہے کہ کمال نہیں۔

(۱۶) فرمایا کہ بزرگونکی باتمیں اور اُنکی اصطلاحات بدون اُنکے جوتے سیدھے کئے کبھی نہیں حاصل ہو سکتیں دہلی میں ایک بزرگ تھے اور وہ یون کہہ رہے تھے کہ میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں پھر میں تیرا کہنا کیوں مانون۔ لوگون نے سُنکر کفر کے فتوے جاری کردیے اور قاضی کے یہان پکڑ کر لیگئے قاضی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ کس کو کہہ رہے ہیں۔ ہنسکر فرمایا کہ الحمد للہ دہلی میں ایک آدمی تو عقل ہے کہ مجھ سے دریافت کر لیا۔ بات یہ ہے کہ میرا نفس میرے اوپر تقاضا کر رہا تھا کہ مجھے فلاں چیز کھلادو۔ میں اُس سے کہہ رہا تھا کہ مَیں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں پھر تیرا کہنا کیون مانون۔ پھر فرمایا کہ۔ درنیابد حال پختہ ہیچ خام ✽ پس سخن کوتاہ باید والسلام۔

(۱۷) درمیان وعظ میں فرمایا کہ میرٹھ میں ایک واعظ کا وعظ سُنکر لوگون نے نمازیں شروع کردیں مگر اُن سے کوئی حرکت بیجا ہوگئی تو لوگون نے نماز ترک کردی مگر یہ بات دین ہی میں کرلیتے ہیں دُنیا میں نہیں کرتے۔ مثلاً دیکھئے ایک شخص نے دوسری کا ایک روپیہ پایا اور دیدیا اور پھر اس نے کوئی بیجا کام کیا تو کیا یہ شخص اپنا وہ روپیہ جو اس شخص کے پاس ہے ہاتھ سے پھینک دیگا۔ یہاں تو یہ تاویل کرلیجاویگی کہ گو انھون نے اپنی بربادی کی ہے ہمارا تو کوئی نقصان نہیں۔ پھر اسی طرح سے ان مولوی صاحب سے بھی کوئی حرکت ہوگئی تھی تو آپ کا تو کوئی نقصان نہیں تھا۔

(۱۸) اور دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کیمیا گر کے پاس نہ جاوے تو

اُسکا کیا نقصان ہے بلکہ وہ تو خود ہی اخفا کرتا ہے تاکہ لوگ مجھے پریشان نہ کریں۔ اسیطرح اگر کوئی بزرگون کے پاس نہ آوے تو انکا کیا نقصان ہے اپنا ہی حرج کرے گا۔

(۱۹) اور دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ آجکل لوگ عبادت کو مشقت سمجھتے ہیں۔ کہنے کی تو بات نہیں ہے۔ واللہ عبادت میں ذرا مشقت نہیں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے لنگر جاری کر دیا ہے اور انہیں قسم قسم کے کھانے ہیں۔ اب فرمایئے کہیں کھانا کھانے میں بھی مشقت ہوتی ہے۔ غذا تو عین راحت ہے اسکا نام مشقت رکھنا گویا اسکی غذائیت سے انکار ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اعمال شریعت مثل روٹی کے ہیں۔ جیسے بچے کو روٹی اولا تبکلف کھلاتے ہیں اور وہ اول اول تو انکار کرتا ہے۔ مگر جب چسکا لگ جاتا ہے پھر اُس سے ہی پوچھئے کہ یہ مشقت ہے یا رحمت ہے اسیطرح عابد جب عبادت کرتا ہے اول اول تو جی چراتا ہے مگر جب اسکے منہ لگ جاتا ہے تو پھر چُرا چُرا کر کھاتا ہے۔

(۲۰) ایک شخص نے سفر رنگون مین حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ بھائی مجھے خدمت سے دریغ نہیں اگر آپ کو کام کرنا مقصود ہے تو میں کوئی دستور العمل بتا دونگا اُن صاحب نے اسکا تو اقرار نہیں کیا۔ اور کچھ پیش کرنے لگے۔ اسپر اول تو فرمایا کہ یہ رشوت کے مشابہ ہوا کیا آپ مجھے مرتشی سمجھتے ہیں اور اگر میرے متعلق آپ کا یہ اعتقاد ہے تو فرمایئے ایسے شخص کو پیر بنانا کب جائز ہے۔ اسپر ان صاحب نے کہا کہ یہ رشوت کیسے ہوگئی اسپر ناگواری ضبط کرکے فرمایا کہ بیشک اسمیں میری ہی خطا ہے۔ میں نے تمہارے فہم کی رعایت نہیں کی اور یہ شعر فرمایا ؎

گفت اے موسےٰ دہانم دوختی　　وز پشیمانی تو جانم سوختی

اور فرمایا کہ کوئی شخص حکیم کو بہت سے روپیہ دیدے اور دوا نہ پئے تو کیا وہ اچھا ہو جاوے گا اسپر ان صاحب نے کہا کہ جی نہیں تو اسپر فرمایا تو پھر بدون عمل کے یہ اُمید رکھنا کہ پیر کو ہدیہ وغیرہ دینے سے بخشا جاؤنگا یہ بھی نہیں۔ افسوس وہان تو آپکی سمجھ میں آگیا اور یہان نیچے بنگئے۔

(۲۱) فرمایا کہ اخلاق اور ہیں اور آثار اخلاق اور ہیں۔ آجکل لوگوں نے آثار اخلاق کو اخلاق سمجھ رکھا ہے۔

(۲۲) فرمایا کہ طریق میں اول ہی نفع ہو جاتا ہے مگر خبر نہیں ہوتی۔ جیسے کسی نابالغ کو کوئی

جائداد دیدینا یا اسکا نکاح کر دینا۔ ظاہر ہے کہ مالک تو اسیوقت ہو گیا جب رجسٹری ہو گئی اور نکاح پڑھا گیا مگر قبل از بلوغ اُسکو خبر نہیں ہوتی۔ جب بالغ ہوتا ہے اور خبر ہوتی ہے تب سمجھتا ہے کہ مَیں کن کن چیزون کا مالک ہوں۔ ایسے ہی سالک کو اول ہی روز نفع ہو جاتا ہے مگر اسکا احساس نہیں ہوتا اور جب احساس ہوتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ نفع تو فلانے وقت ہو گیا تھا۔ اسے خبر نہیں۔ جس وقت کو یہ بیکار سمجھتا ہے اسوقت کو بھی اسمین دخل ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو گئی۔

(۲۳) فرمایا آجکل کی بزرگی مثل بی بی تمیزہ کے وضو کے ہے کہ کبھی ٹوٹتا ہی نہیں۔ اسیطرح آجکل کی بزرگی ہے کہ نہ دہوکے سے جاتی ہے نہ خلاف شرع ہونے سے۔

(۲۴) فرمایا حق تعالےٰ نے ہر شے کے اندر ایک اثر رکھا ہے اور اس اثر کا نتیجہ اُس سے اسکی معرفت پر موقوف نہیں ہے مثلاً اگر کوئی سنکھیا کھالے تو اسکا اثر اسکی معرفت پر موقوف نہیں اسیطرح اگر کوئی پانی پی لے تو پیاس کا بجھنا معرفت پر موقوف نہیں۔

(۲۵) فرمایا جو چیزیں نافع ہیں جیسے انکے استعمال سے نفع ہوتا ہے ایسے ہی تصور اور تذکرہ سے بھی نفع ہوتا ہے مگر بطریق اعتقاد ہو بطریق عناد نہ ہو۔ اور ایسی ہی جو چیزین مضر اور مظلم ہوتی ہیں۔ جیسے انکے استعمال سے مضرت ہوتی ہے ایسی ہی تصور اور ذکر سے بھی ہوتی ہے مگر بطریق اعتقاد ہو بطریق رد اور اعتراض نہ ہو۔ جیساکہ اچھے لوگون کی صحبت اور تذکرہ سے اور تصور سے نفع ہوتا ہے ایسے ہی برون سے نقصان ہوتا ہے۔

(۲۶) فرمایا افسوس جن چیزون سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے اُن ہی چیزون کے ہم دشمن ہو رہے ہین خدا کی عبادت سے ہم بھاگتے ہیں۔ زہد خشک مین نعمتون سے ہم بھاگتے ہیں۔ بس اسی مین بزرگی رہگئی ہے۔ اور جن چیزون سے خدا سے بعد اور دُوری ہوتی ہے ان ہی چیزون کو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا اُلٹی ہوا چل رہی ہے۔

(۲۷) فرمایا صحبت صالحین کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کھٹے آم کے درخت کا پودا لیکر کسی قلمی درخت کے نیچے نصب کر دیا جاوے اور اُس قلمی پر اسکی قلم چڑہا دی جاوے تو ظاہر ہے کہ اسپر پھل قلمی آوینگے۔

(۲۸) فرمایا سالک کی اوّل حالت مثل بچے کے ہوتی ہے کہ ماں کے دودھ کو نہ پینا جانتا ہے نہ اُسکے نفع کا علم ہوتا ہے یہی حالت سالک کی ہوتی ہے کہ اول اول نہ طاعت کو مفید سمجھتا ہے نہ اُسکے نفع کا ادراک ہوتا ہے۔ بلکہ جان چُراتا پھرتا ہے اور جب علم اور ادراک ہوجاتا ہے اور اُسکی لذت سے واقف ہوجاتا ہے تو پھر اُسکی حالت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ اُسوقت اگر اسکو مصائب بھی پیش آتے ہیں تو جھیل لیتا ہے۔

(۲۹) فرمایا طالبان مولا آجکل اسقدر کم ہوگئے ہیں کہ اگر ریلوں میں بیٹھکر چھ مہینے سفر کیاجاوے اور ہر مسافر سے دریافت کیاجاوے تو غالباً چھ مہینے میں دو شخص بھی طالب مولا نہ ملینگے۔ چاہے طالب علم بہت سارے ملیں۔ مگر طالب معلوم نہ ملیں گے۔

(۳۰) فرمایا ایک شخص جو عشق مجازی میں مبتلا تھے حضرت والا کے پاس اُن کا خط آیا کہ ایک بیوہ عورت سے میرا دل لگگیا ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ اُسکے جھانکنے تاکنے سے باز آؤں مگر ہمت نہیں ہوتی کہ اس سے نجات پاؤں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس خط کو لیکر میرے پاس چلے آؤ۔ وہ صاحب ۱۲ رجب کو عصر کے بعد حاضر ہوئے حضرت والا نے خط دیکھکر فرمایا کہ اگر اُس عورت کا خاوند ہوتا اور وہ آپکو دیکھتا ہوتا تو تب بھی آپکی نظر رکتی یا نہیں اسپر انھوں نے عرض کیا کہ جی رُک جاتی فرمایا افسوس حق تعالیٰ کی آپکے قلب میں اتنی عظمت بھی نہیں جتنی اُسکے خاوند کی ہوتی۔ ڈوب مرنیکی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں جوتے کا ڈر تھا۔ اور فرمایا کیا دوزخ کا عذاب جوتے سے بھی کم ہے اور دوزخ کی مصیبت سے کیا ہمت کی مشقت زیادہ ہے اگر ہمت نہیں ہوتی تو میرے سامنے سے جاؤ ڈوب مرو مجھسے کچھ مطلب نہیں۔ اس خیال سے آئے ہونگے کہ کوئی وظیفہ بتلادے گا۔ وظیفوں سے کہیں امراض جایا کرتے ہیں، جاہل پیروں نے لوگوں کو تباہ کردیا ہے۔ ہر کام کے واسطے انکے ہاں وظیفہ ہی وظیفہ ہے۔ وظیفہ تو بمنزلہ معجون مقوی کے ہوتا ہے وہ تو قوت پیدا کرنیکی چیز ہے۔ اس سے مرض تھوڑا ہی جاتا ہے۔ بلکہ مرض کی حالت میں کھالیجاوے تو بعض اوقات اور ترقی ہوجاتی ہے۔ مرض تو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل پینے ہی سے جاتا ہے۔ ہم تو جب جانیں کہ مسہل اور دواؤں سے ہمت ہار کر بیٹھ جاویں۔ اُسکے بعد فرمایا کہ افسوس دیکھئے جب میں ایسی ذرا ذراسی باتوں پر تنبیہ کرتا ہوں تو میری طرف ایسے بُری الزام کا منسوب کیا کہ خواب کے قصہ میں خواب دیکھنے

والے پر تنبیہ نہیں کی کتنا بڑا ظلم ہے بھلا ایسی ناپاک بات کہ میں نبوت کا دعوے کروں مجھ سے کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔ اور اسمیں تو کھلم کھلا متبع سنت کا لفظ موجود ہے۔ اسکے بعد ان صاحب نے کچھ ہدیہ پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ یہ ہدیہ دینے کا وقت نہیں ہے بھلا میں ایسے وقت آپ کا ہدیہ کیسے لے سکتا ہوں کہ میں تو آپ کو برا بھلا کہوں اور آپ ہدیہ دیں تو کیا میرے قلب پر اس کا بار نہ ہوگا۔ ہدیہ تو نہایت ہی انشراح کے وقت دیا کرتے ہیں۔ آپ تو مجھکو پیڑے دے رہے ہیں اور میں آپ کو تھپیڑے دے رہا ہوں۔

(۳۱) گیارہ رجب کو عصر کے بعد بحکم ارشاد حضرت والا میں نے خانقاہ کی مسجد میں کچھ بیان کیا تھا ختم بیان پر حضرت والا نے حاضرین کو مخاطب کر کے کچھ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے جس سے اُس ٹوٹے پھوٹے مضمون کی وہ حالت ہو گئی جیسے مردے میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ یہ ہیں۔ صاحبو مولوی صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ آجکل جو ہم لوگوں نے مقاصد کے حاصل کرنے کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اس طرح کامیابی نہیں ہوگی بلکہ ہمیں جو کچھ بھی حاصل کرنا ہے وہ حق تعالے کو راضی کر کے کریں۔ میں نے حاصل بیان کر دیا ہے تمام وعظ کا۔ سبحان اللہ۔ حضرت نے چند جملوں نے تمام ٹوٹے پھوٹے بیان کو خوبصورت کر دیا۔

(۳۲) ایک طالب علم شخص نے حضرت والا کی خدمت میں ایک خط پیش کیا۔ دیکھکر فرمایا آپ کا کیا مطلب ہے انھوں نے کہا میں بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آپ جس کام میں لگے ہوتے ہیں اُسمیں لگے رہیں یعنی تحصیل علم یہ شیطان کا دھوکا ہے آپ کو دین کی خدمت سے نکالنا چاہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ اگر مولوی ہوگئے تو خود بھی میرے پھندے سے نکل جاوینگے اور اوروں کو بھی نکال لیجاوینگے۔ اسلئے درویشی کا جال آپکے اُوپر پھیلانا چاہتا ہے تاکہ آپ علم سے محروم رہ جائیں۔ خیر خواہانہ طور پر کہہ رہا ہوں۔ آپ اس فکر کو بالکل دل سے نکالکر جو کام کر رہے ہیں کرتے رہیں۔ جب درویشی کرنے کا وقت آوے گا تو انشاء اللہ تعالے آپ کو کوئی نہ کوئی ملجاویگا میرے اوپر موقوف نہ سمجھیئے۔ مجھے خدمت کرنے سے انکار نہیں ہے مگر خدمت کیطرح سے خدمت کیجاتی ہے۔ دیکھیئے جب تو ن صرف و نحو وغیرہ ختم کر لیتے ہیں جب بخاری پڑھائی جاتی ہے۔ اسپر ان مولوی صاحب نے فرمایا کہ نماز کا طریقہ ہی بتا دیجئے۔ فرمایا کہ وضو کر کے

قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوجاؤ۔ تکبیر کہو۔ نیت باندہو۔ رکوع کرو سجدہ کرو۔ بس یہ طریقہ ہے نماز کا۔ اسپر انھوں نے کہا کہ ویسی تو ہوتی ہی نہیں۔ فرمایا آپ اسکے مکلف ہیں یا نہیں یہ سُنکر وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ تو فرمایا کہ جس چیز کا انسان مکلف نہ ہو تو اُسکی فکر آپ کیوں کرتے ہیں۔ میں پانی پت گیا ہوا تھا ایک طالب علم صاحب نے بہت ہی ذوق وشوق سے بیعت کی درخواست کی۔ ایک صاحب کو سفارشی بھی لائے۔ مین نے ہر چند انکار کیا جب نہ مانے تو مین نے کچھ تبلادیا۔ پھر انکی یہ حالت ہوئی کہ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اُسکے بعد اُن مولوی صاحب نے کہا کہ دعا ہی کردیا کیجئے۔ اسپر فرمایا کہ خاص طور پر چاہتے ہیں یا عام طور پر۔ کہا کہ خاص طور پر فرمایا میں اسکا وعدہ نہیں کرتا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ آپ کثرت سے خط وکتابت کر کے خصوصیت پیدا کرلیں تو ممکن ہے۔ پھر اسکے بعد اُن مولوی صاحب نے ہدیہ پیش کیا۔ اسپر فرمایا کہ دیکھو ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ اول ملاقات میں نہ ہدیہ دینا چاہیئے نہ لینا چاہیئے کیونکہ یہ تعلقات کا ثمرہ ہے اور اہمیں اظہار خصوصیت ہے اور اول ملاقات میں یہ ہو نہیں سکتا بلکہ درجہ ابہام میں یہ خود غرضی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ فرماتے کہ غیرت دار آدمی اسے کیسے گوارا کرسکتا ہے اور یوں تو جو شخص بھی ہدیہ لاتا ہے وہ یوں ہی کہتا ہے کہ میں خلوص سے لایا ہوں۔ اب بتائیے میں کس کو مخلص سمجھوں خصوص جبکہ اسکے ساتھ کوئی درخواست بھی ہو جیسے کہ آپ ہی بیعت ہونے پر اصرار فرمارہے ہیں جسکو میں پوری ہی نہیں کرسکا اسکے بعد آپ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ اصرار کرنے کا مرض طالب علمی میں پیدا ہوجاتا ہے۔ افسوس اساتذہ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان مولوی صاحب نے کسی صاحب کا سلام بھی پہونچایا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اسپر فرمایا کہ دیکھو یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب آپ کسی سے ملنے جاویں۔ بالخصوص آپ اس سے کوئی دینی حاجت بھی رکھتے ہوں تو اسکے پاس کسیکا سلام پیام نہ کہا کیجئے۔ اپنے کام کی فکر میں رہئے پھر ان مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے خط خود کیوں نہیں لکھا۔ دوسرے سے کیوں لکھوایا۔ کیا آپ کو لکھنا نہیں آتا تھا۔ کہا کہ جی میرا خط اچھا نہیں تھا اسپر فرمایا کیا آپ کی گفتگو اچھی ہے کہا کہ نہیں۔ اسپر فرمایا کہ پھر آپ نے اسمیں بلا واسطہ کیوں گفتگو کی جب بالکل بند ہوگئے تو یہ تاویل کی الامر فوق الادب۔ چونکہ یہ آپ کا حکم تھا کہ بولو

اسواسطے بولا۔ فرمایا کہ خط لکھوانے کو تو میرا حکم نہیں تھا پھر وہ کیوں لکھوایا۔ وہاں ادب کے
خلاف کیوں کیا۔ اور اسکو جاتے دیجئے اب کیوں برابر خلاف کئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی بالکل ایسی
حالت ہے جیسے ایک شخص کسی حکیم کے پاس جاوے اور کہے کہ میرا علاج کر دو مگر جب طبیب مرض
تشخیص کرتا ہے۔ مریض صاحب باتیں ملا دیتے ہیں کہ یہ مرض نہیں ہے۔ اب تبلائیے کہ جب
مرض نہیں ہے تو اب علاج کس چیز کا کیا جاوے حاصل سب کا یہ ہے کہ لوگ اپنا تابع بنانا
چاہتے ہیں۔

(۳۳) پہلی رجب ایک عورت بعد نماز عصر کسی میت کے کپڑے لیکر آئی اور کہا یہ مدرسہ
میں طالب علموں کو دیدو۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مال میں یتیم بچون کا حصہ ہے اسلئے ہم اپنے
طالب علموں کو نہ دینگے اور واپس کر دیے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ لوگون میں چونکہ اسکا رواج
ہو گیا ہے اور اکثر مدرسہ والے انکار نہیں کرتے جو کچھ آیا رکھ لیا چاہے حلال ہو چاہے حرام ہو۔
اسوجہ سے منع کرنے والون کا اثر بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی فرمایا کہ رسم کی وجہ سے اس باب میں عورتیں
بہت دق کرتی ہیں آ آکر میت کے گھر والوں کو تعلیم کرتی ہیں کہ یہ ویدو۔ وہ دیدو۔ اور یہ بھی فرمایا
کہ ناتوتہ کے قریب ایک موضع ہے وہاں ایک خانصاحب کا انتقال ہو گیا تھا وہ میرے بھی ملنے
والے تھے انکی بیوی اور چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی تھیں انکے گھر والون نے یہاں پر کپڑے
بھیجے اور میں نے اسیطرح واپس کر دیئے ایک اور مولوی صاحب وہاں تشریف لیگئے اُنکے
سامنے وہ کپڑے پیش کئے اور میری واپسی کا قصہ مع وجہ واپسی کے بیان بھی کر دیا انھوں نے
قبول کر لئے اور یہ تاویل فرمائی کہ آخر تم بچیوں کی شادی کروگی جتنا حصہ بچیوں کا ان کپڑوں میں ہے
اُس سے زیادہ تو تم اپنے پاس سے انکو لگا دوگی۔ بس اسیواسطے اثر نہیں ہوتا۔ پھر وہ کپڑے واپس
آئے جو پہلی عورت لائی تھی حضرت والا نے ایک سمجھدار آدمی کو بلا کر انکو مسئلہ کی صورت تبلائی کہ
جاؤ انکے بالغ وارثون سے مسئلہ تبلاکر دریافت کرو کہ اگر تم ان کپڑوں کی قیمت لگا کر ان بچون کا حق
ادا کر دو۔ بلکہ ہمارے ہاتھ میں خود قیمت دیدو ہم اُنکی ضرورت کی چیز خرید کر اُنکے ہاتھ میں خود دینگے
اگر اسپر وہ راضی ہوں تب ہم کپڑے لیں گے ورنہ نہیں لیں گے وہ صاحب گئے اور انکی رضا
مسئلہ کے مطابق معلوم کر کے آئے۔ جب حضرت والا نے فرمایا کہ ان کپڑوں کو فلاں مولوی صاحب

کے پاس امانت رکھو۔ جب قیمت آجاوے گی اسوقت تصرف کرینگے۔

(۳۴) اور اُسکے بعد فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا کہ جی آپ جن رسوم کو منع کرتے ہیں اور لوگ کیون نہیں منع کرتے۔ میں نے اُن صاحب سے کہا کہ یہ سوال آپ جیسے ہم سے کرتے ہیں اورون سے کیون نہیں کرتے۔ کہ آپ جن رسوم کو منع نہیں کرتے فلان کیون منع کرتا ہے اگر اسکی تحقیق ضروری ہے اور آپ کو تردد ہے تو جیسے ہم پر سوال ہوتا ہے اُن پر بھی تو ہوتا ہے یہ عجب اندھیر کی بات ہے۔

(۳۵) ایک صاحب کو انکی بے عنوانیون کی وجہ سے حالات کی اطلاع دینے سے منع کردیا تھا کہ آئندہ آپ مجھے اپنے حالات نہ لکھا کریں۔ اُن صاحب نے بہت پریشان ہوکر آج ظہر کے بعد حضرت والا کو یہ پرچہ لکھا کہ اَب میں بہت پریشان ہون اور اپنی غلطیون کا اقرار کرتا ہون۔ اور انشاء اللہ آئندہ کو بہت ہوشیاری سے کام کرون گا حضرت والا نے براہ شفقت فرمایا کہ بہتر ہے اور حضرت کا یہی دستور ہے کہ جو کوئی شخص اپنی غلطیون کا اقرار کرلیتا ہے اور اُس کی مکافات کرنے کو آمادہ ہوجاتا ہے تو فوراً معاف فرمادیتے ہیں۔

(۳۶) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا نام اللہ حافظ ہے یہ ٹھیک ہے یا نہیں اگر یہ ٹھیک نہ ہو تو مہربانی فرماکر میرا نام بدل دیجئے۔ حضرت والا نے حفیظ اللہ نام تجویز فرمادیا (یعنے محفوظ)

(۳۷) فرمایا ایک مرتبہ میں نے رمضان شریف میں مٹھائی کی جگہ کباب تقسیم کئے تھے میں نے کہا بجائے حلوائیوں کے قصائیوں کو نفع ہو۔ اسپر لوگون میں بہت شور وغل ہوا۔ جامع کہتا ہے واقعی ایک صورت انتظام کی یہ بھی ہے کہ نوع بدل دیجاوے اسیطرح حضرت والا عشق مجازی کو عشق حقیقی سے بدل دیتے ہیں مٹا نہیں دیتے۔

(۳۸) فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے دونوں گھروں میں بہت ہی احتیاط سے عدل کرتا ہوں۔ مگر اُن کو پھر بھی شکایت ہی رہتی ہے۔ اور ایک اور عجیب بات ہے کہ آپسمیں ایک دوسرے کی دشمن نہیں اگر ایک کو تکلیف پہونچتی ہے تو دوسری کو بیحد رنج پہونچتا ہے اور ایک بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ آپس میں دونوں کی اعزا بہت ہی محبت والفت سے رہتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے لیتے ہیں۔

۱۲

(باقی آئندہ)

(۱۰) اور اگر ہم ان سب دلائل سے قطع نظر کر کے قدم کو محال نہ بھی کہیں مگر وجود قدم کی بھی کوئی دلیل نہیں تو قدم و عدم قدم دونوں علے سبیل التساوی (برابر برابر ۱۲) محتمل رہینگے پس اس صورت میں عقلاً دونوں شقوں کا قائل ہونا ممکن رہیگا لیکن ایسے امور میں جو محتمل الطرفین ہوں اگر مخبر صادق ایک شق کو متعین فرماوے تو اسکا قائل ہونا واجب ہوجاتا ہے اور یہاں حدوث کی شق کو متعین فرمایا ہے قال تعالیٰ بدیع السمٰوٰت والارض وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ پس نقلی طور پر بھی اسکا قائل ہونا واجب ہوگا۔ یہ پہلی غلطی کا بیان تھا اور وہ دوسری غلطی آگے آتی ہے۔

(ح) ہزاروں مستبعدات موجود ہیں اور ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ استبعاد سے قدم مادہ کے ماننے کی صورت میں بھی پیچھا نہیں چھوٹتا تو استبعاد ہرگز قابل التفات چیز نہیں کوئی اسکو دلیل کا رتبہ نہیں دے سکتا تو قدم مادہ پر بھی کوئی دلیل نہ ہوئی تو دلائل مذکورہ سے قطع نظر کرنے پر بھی قدم و عدم قدم دونوں جانب محتمل رہے اور عقلاً دونوں شقوں کا قائل ہونا درست ہوگا اب یہاں اصول موضوعہ نمبر ۲ کو یاد کیجئے وہ یہی کہ جو امر عقلاً ممکن ہو اور دلیل نقلی صحیح اسکے وقوع کو تبلاتی ہو اسکے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے اسکی روسے اس زیر بحث صورت میں جب دلیل نقلی نے مادہ کے حدوث کی شق کو متعین فرمایا ہے تو اسیکا قائل ہونا ضروری ہوگا وہ دلیل نقلی یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے بدیع السمٰوٰت والارض یعنے حق تعالےٰ نے آسمان زمین (عالم) کو ابتدائً بنایا یعنے پہلے ان کا وجود مطلقاً نہ تھا حق تعالےٰ نے عدم محض سے اپنی قدرت سے بنایا اور حدیث میں ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ یعنی ایک وقت میں صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پاک تھی اور اور کوئی چیز نہ تھی۔ یہ صریح دلیلیں مادہ کے حدوث کو ثابت کرتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکے خلاف دوسری محتمل شق (قدم مادہ) کا قائل ہوا جاوے۔ یہ اخیر بیان علے سبیل التنزل ہے ورنہ بہت کافی وافی بحث اور شرح وبسط کے ساتھ قدم مادہ کا بطلان کردیا گیا حضرت مصنف مدظلہم نے کوئی پہلو اس مسئلہ کا ایسا نہیں چھوڑا جسمیں جائے گریز باقی ہو۔ ہاں انصاف اور سمجھنے کی کوشش کرنا شرط ہے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

۱۲۹

(۱) انتباہ دوم متعلق تعمیم قدرت حق

پہلی مذکورہ غلطی کا حاصل خدا تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت کا دوسرے کے لئے اثبات تھا اور اس دوسری غلطی کا حاصل خدا تعالیٰ کی ایک صفت کمال کو خدا تعالیٰ سے نفی کر دینا ہے اور وہ صفت کمال عموم قدرت ہے کیونکہ اس زمانہ کے نو تعلیم یافتوں کی زبان اور قلم پر یہ جملہ جاری دیکھا جاتا ہے کہ خلاف فطرت کوئی امر واقع نہیں ہوسکتا اور اسکی دو تقریرین کیجاتی ہیں کبھی عقلی رنگ میں اور کبھی نقلی پیرایہ میں۔ عقلی رنگ یہ ہے کہ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ آگ ہمیشہ جلاتی ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا پس اس قاعدہ کے خلاف جو ہوگا وہ محال ہے اور اسی بنا پر معجزات سے کہ خوارق عادت ہیں انکار کر دیا بعضے تو صریحاً کہ اس حکایت ہی کی تکذیب کر دی اور جہاں واقعہ کی تکذیب بوجہ منصوص قطعی ہونیکے نہو سکی وہاں دریردہ انکار کیا کہ تاویل باطل سے کام لیا اور جب معجزات کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو کرامات اولیا تو کسی شمار میں نہیں اور بنیٰ اس تمام کا وہی اعتقاد استحالہ خلاف فطرت ہے

بنا ۱۲ خلاف فطرت کا محال ہونا ۱۲

۱۴

(ح) توحید کے متعلق دوسری غلطی کا بیان اس غلطی کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے ایک بڑی صفت کو نفی کر دیا وہ بڑی صفت قدرت عامہ ہے جسکی نسبت ارشاد ہے ان اللہ علےٰ کل شئی قدیرہ یعنی حق تعالےٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے آجکل تعلیمیافتون نے سائنس جدید کے اثر سے اس قدرت کو اسقدر محدود کیا ہے کہ بلا مبالغہ اگر یہ بھی کہدیا جائے کہ یورپ کے عقلا اور موجدین کی قدرت کو حق تعالےٰ کی قدرت سے زیادہ مانتے ہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا اسکا ثبوت یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی طرف کسی ذرا سے نئے واقعہ کو بھی منسوب کیا جاوے تو انکو تعجب ہوجاتا ہے بعض بیباک فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا یہ مولوی صاحبان کی گھڑت ہے اور اہل یورپ کی طرف اسی جنس کے واقعہ کو یا اس سے بھی بڑھکر عجیب واقعہ کو منسوب کیا جائے تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اور فوراً دل سے قبول کر لیتے ہیں اور اسپر بڑے واد اور تحسین کے نعرے لگاتے ہیں ایسے ہزارون واقعات ہیں اور تمام معجزات

(ح) وکرامات اسی قبیل سے ہیں کہ اگر انکو معجزہ یا کرامت کا نام رکھکر کسی بزرگ یا نبی کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے تو تعلیم یافتہ اصحاب کا دل اسکو قبول نہیں کرتا اور اگر اسکو کسی سائنس داں اور اہل یورپ
کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا جاتا ہے تو ذرا بھی اُنکے دل کو اُسکی تصدیق کرنے میں تامل نہیں ہوتا ہم
ایک واقعہ اسکی تصدیق میں پیش کرتے ہیں جسکے ساتھ انکا یہی برتاؤ ہے اس سے ہمارے دعوے
کا پورا ثبوت ہوتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی
ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے حضورؐ نے
کسی بات پر تبسم فرمایا دندان مبارک سے ایسی روشنی نکلی کہ میری گری ہوئی سوئی مِلگئی یہ واقعہ منجملہ
معجزات کے ہے اور معجزہ یا کرامت کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ حق تعالےٰ کبھی اپنے مقبول بندے
کے ہاتھ پر اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ بلا توسط اسباب کے دکھلا دیتے ہیں تو یہ روشنی کا نکلنا حضورؐ
کے دندان مبارک سے قدرت خداوندی کا ظہور تھا جب یہ واقعہ نئے تعلیمیافتہ اصحاب کے سامنے
پڑھا جاتا ہے تو فوراً ہی بول اٹھتے ہیں کہ مولوی صاحب کیوں ایسی خلاف فطرت باتوں کو بیان
کر کر کے مذہب کو ہنسواتے ہو مذہب کی خوبی اور کمال یہ نہیں ہے کہ اسمیں بازی گری بے سے کھیل تماشے
ہوں مذہب کی خوبی یہ ہے کہ عقل اور فطرت کے مواقف ہو یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں ان سے مذہب
کی نیکنامی نہیں ہوتی ہنسائی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں کی کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے
کہ علماء اسلام نے ہندؤوں کی طرح زمین آسمان کے قلابے ملا کر مذہب کو بدنام کر دیا ہے جو
سب خلاف فطرت ہیں تمام معجزات کا اسی بنا پر انکار کر بیٹھتے ہیں چنانچہ اس قصہ کا بھی انکار ہے
اور اگر اسی کی مثل کوئی حکایت اہل یورپ کی بلکہ اس سے بھی بڑھکر نقل کیجاتی ہے تو اسپر آمنا صدقنا
کہتے ہیں دیکھئے امریکہ وغیرہ میں بجلی کو وہ ترقی ہوئی ہے کہ اُس سے تار روشن ہوتے ہیں نہ اُن میں
تیل ہوتا ہے نہ بتی نہ دیا سلائی لگانے کی ضرورت خود تار ہی چمکتے ہیں اتنی بجلی تو یہاں ہندوستان
مین بھی موجود ہے بعض بڑے مقامات میں یہ صنعت یہانتک بڑھ گئی ہے کہ دیوار پر بجلی ڈالدیتے
ہیں تو تمام دیوار چمکنے لگتی ہے اور اب اس مین اتنا اضافہ اور ہوا ہے کہ دیوار کی بھی ضرورت نہیں
صرف ہوا کو روشن کر دیتے ہیں جو کوسوں تک دن کی طرح سے منور ہو جاتی ہے بڑے شہروں کیلئے
یہ تجویز ہو رہی ہے کہ اسی صنعت سے رات کو تمام شہر کی ہوا کو روشن کر دیا جایا کرے تاکہ جگہ جگہ تیل بتی

(ح) لمپ گیس بجلی وغیرہ کی ضرورت نہ رہے بجلی کے اور بہت سے کرشمے ہیں جو اخبارون میں چھپ چکے ہیں اور چھپتے رہتے ہیں ان میں سے بعض واقعات کو ابھی ابنائے زمان نے دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اخبار میں انکو پڑھتے ہی پورے اطمینان کے ساتھ یقین ہو جاتا ہے اسکی بھی ضرورت نہیں پڑتی کہ یہ اخبار کونسا ہے اسکی خبریں معتبر بھی ہوتی ہیں یا نہیں اور کہیں سے اخبار والے تحقیق کرکے لکہا ہے یا نقل راجہ عقل کا مصداق ہے ان خبرون پر تو اعتماد ہوتا ہے اور حدیث کی خبرون پر نہیں ہوتا حالانکہ حدیث کے بارے میں ہر پہلو پر گفتگو ہو چکی ہے راویون کے نام اور اُنکی سوانحعمری اور انکے چھوٹے بڑے حالات اور انکا تقوی اور دیانت اور انکی احتیاط تحفظ سب کی جانچ کیگئی ہے اگر کسی راوی کا ساری عمر میں ایک بیان بھی مشکوک ثابت ہو گیا تو باوجود انکے مقتدا ہونے اور شیخ العلم ہونیکے صاف کہدیا ہے کہ یہ کذاب ہے دجال ہے اور تمام عمر کی حدیثیں انکی چھوڑ دی گئیں حیرت کی بات ہے کہ ایسوں کی خبریں تو معتبر نہیں اور لاپتہ اور مجہول الاسم اخبارون کی خبریں معتبر ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موجدین یورپ کی قدرت کے متعلق اتنا اطمینان ہے کہ نعوذ باللہ حق تعالے کی قدرت کے متعلق اتنا اطمینان نہیں تب ہی تو ان کی حکایتون کے متعلق تحقیق اور ثبوت کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اور حق تعالے کی قدرت کی حکایتیں باوجود تحقیق اور ثبوت اور صحت روایت کے دل کو نہیں لگتیں اور فوراً یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ باتیں ناممکن ہیں کیونکہ خلاف فطرت ہیں ناممکنات کو کسی کے کہنے سے اور روایات سے کیسے تسلیم کر لیا جاوے کوئی دن کو رات کہنے لگے تو کیسے مان لیا جاویگا نہ معلوم یہ دلیل اخبارون کے مقابلہ میں کہان چلی جاتی ہے کہ یہ خلاف فطرت ہے اور حدیثون کے مقابلہ میں یہ دلیل فوراً کہان سے آجاتی ہے ذرا تو انصاف چاہیئے اگر حق تعالے کی قدرت کو موجدین یورپ کی قدرت کے برابر بھی سمجھتے تو صحت روایت کے بعد تو کچھہ بھی تامل اُنکے ماننے میں نہ ہوتا۔ اس غلطی میں صرف وہی لوگ مبتلا نہیں جو دین سے ناواقف ہیں بلکہ بعض وہ بھی مبتلا ہیں جو دین سے واقف ہیں دونون نے من سمجھوتا کرنے کے لئے ایک ایک دلیل تراش لی ہے جو دین سے ناواقف ہیں وہ عقلی دلیل سے مدد لیتے ہیں اور جو واقف ہیں انھوں نے غضب ہی کیا ہے کہ عقلی دلیل کے ساتھ نقلی دلیل سے بھی قدرت عامہ کو محدود کرنے پر امداد لی ہے عقلی دلیل والے

(ح) یون کہتے ہیں کہ مثلاً آگ ہمیشہ جلاتی ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا سو جگہ تجربہ کرلو جس چیز کو آگ پر رکھدو گے اُسیکو جلا دیگی پھر ہم کیسے مان لیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور آگ نے اُن کو نہیں جلایا یا ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ہمیشہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے کہیں اسکے خلاف نہیں ہوتا پھر ہم کیسے مان لیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے یہ باتیں خلاف فطرت ہیں ان کا منوانا زبردستی ہے سیدھے بھولے آدمیون کو کوئی بہکالے لیکن اب تعلیم کا زمانہ ہے کوئی بات بلا دلیل نہیں مانی جا سکتی خلاف فطرت ہونا ناممکن اور محال ہے یہ جملہ ایسا یاد کیا ہے کہ اسکی بدولت تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کر دیا جو معجزات کتب سیر سے ثابت ہیں اُن کا تو کیا ذکر جو بالکل صحیح روایات اور احادیث سے ثابت ہیں ان میں بھی یہ جرأت کی ہے کہ اُن واقعات ہی کا انکار کر دیا حتی کہ طوفان نوح کا بھی بعض نے انکار کیا ہے محض اس بنا پر کہ ساری دُنیا میں کہانتک طوفان آیا ہوگا اور وہ کشتی کتنی بڑی ہوگی جس میں ہر چیز کا ایک جوڑا رکھا گیا تھا حالانکہ طوفان نوح کا واقعہ محض مذہبی نہیں تاریخی بھی ہے تو اسکا انکار ایسا ہوگا کہ جیسے کہیں کہ واسکوڈی گاما (پہلا انگریز جو ہندوستان میں آیا تھا) کے ہندوستان میں آنے کا واقعہ غلط ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی اتنی دُور و دراز سے پانی کا راستہ قطع کرکے ہندوستان تک پہونچ جاوے یہ خلاف فطرت ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ یہ انگریز یہیں کی پیدائش ہیں جب جہاز رانی ایجاد ہوتی اور کافی ترقی ہوگئی تو ولایت جانے آنے لگے نسل وہاں کی مخلوط ہوگئی اور گورے ہوگئے (جب بات بنائی ٹھیری تو بڑی گنجائش ہے) اہل فطرت مسلمانون نے بہت سے ان واقعات کا جو شرعاً ثابت مانے گئے ہیں ایسا ہی انکار کیا ہے جیسے اس انگریزون کے واقعہ کا انکار کیا جائے اور اُن کے ثبوت میں کلام کیا لیکن بعض واقعات انکو ایسے صریح بھی ملے جنکا انکار کسیطرح نہ ہو سکا کیونکہ انکا ثبوت قطعی ہے کیونکہ حدیث میں یا قرآن میں صاف صاف مذکور ہوئے ہیں وہاں اسطرح کی رکیک اور بیہودہ تاویلیں کیں جنکی حقیقت تحریف بلکہ انکار ہے ایسے واقعات بہت ہیں ہم صرف دو کو یہاں بطور نمونہ بیان کرتے ہیں راقم کو ایک دفعہ یہ خیال ہوا کہ اہل فطرت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ معجزات کا انکار کرتے ہیں یہ بات منہ سے جبھی نکالنا چاہیئے کہ انکی تحریریں دیکھہ لی جائیں ممکن ہے کہ بعض لوگ مخالفت میں آکر اُنپر اتہام لگاتے ہوں چنانچہ انکی بعض کتابیں پڑہیں تو واقعی اس

۱۳۳

(ح) بات کو سرتاسر صحیح پایا کہ معجزات کا تماماً انکار ہے اور جابجا ایسی تاویلیں کی ہیں کہ معجزہ کو اڑا دیا اور اسطرح سے بات بنائی ہے کہ عوام تو کیا معمولی سمجھدار آدمی بھی دہوکہ میں آسکتا ہے اب راقم کو یہ فکر ہوئی کہ ایسا معجزہ تلاش کرنا چاہیئے جو قرآن شریف سے ثابت ہو اور جسمیں کوئی بھی تاویل نہ بن سکے ایسے دو معجزے سمجھ میں آئے جن میں راقم کے نزدیک کسی تاویل کی گنجایش نہ تھی ایک واقعہ حضرت موسٰے علیہ السلام کے ہاتھ سے دریا کے پھٹ جانے اور بنی اسرائیل کے پار ہو جانے اور فرعون کے غرق ہو جانے کا دوسرا حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونیکا کہ ان دونوں کی نسبت قرآن شریف کے الفاظ ایسے صاف صاف ہیں کہ جنکے کوئی دوسرے معنی نہیں ہو سکتے لیکن انھوں نے اول الذکر کو تو بہت سہولت سے اُڑا دیا اسطرح کہ قرآن شریف کا لفظ ہے ان اضرب بعصاك البحر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حکم ہوا کہ اپنے عصا سے دریا کو مارو مارنے سے یہ اثر ہوا کہ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۔ یعنی دریا فوراً پھٹ گیا اور کئی راستے بنگئے ہر ٹکڑا دریا کا ایسا کھڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ وہ اہل فطرت فرماتے ہیں کہ اسمیں اضرب کا لفظ ہے جو ضرب سے مشتق ہے اور ضرب کے معنے رفتن برروئے زمین بھی آتے ہیں تو اضرب بعصاك البحر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ لاٹھی ٹیک کر دریا کے اندر چلو اور ان مواقع سے جو پایاب ہیں جو لاٹھی سے معلوم ہوتے جائینگے بنی اسرائیل کو اتار کر پار لیجاؤ ان مواقع کو بہت پہلے سے حضرت موسٰے علیہ السلام نے تلاش کر رکھا تھا اور فرعون والوں کو معلوم نہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر اُن پایاب جگہوں کو اُتر گئے اور فرعون والے بلا دیکھے بھالے گھس گئے اور ڈوب گئے جب یہ معنی آیتہ کے بن سکتے ہیں تو خلاف فطرت باتوں کو کیوں اختیار کیا جاے ۔ راقم کو بہت ہنسی آئی خصوصاً اسوجہ سے کہ اس صورت میں اس جملہ کے کیا معنے ہونگے فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۔ ترجمہ بس دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایسا کھڑا ہو گیا جیسا بڑا پہاڑ پایاب جگہوں سے اُترنے کے ساتھ پھٹ جانے کا ذکر کیا معنے ۔ پھٹ جانا ایک مفہوم ہے اگر یہ واقع ہوا تو خلاف فطرت ہے اور اگر واقع نہیں ہوا تو نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن میں کذب ہے اضرب کے تو ایک بعید معنے کہیں سے تلاش کر لئے لیکن انفلق کے کوئی دوسرے معنے بھی سوائے پھٹ جانے کے نہیں ہیں ہیچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد ۔ اسی واقعہ کی نسبت آیت میں

۱۳۴

(ح) دوسری جگہ یہ لفظ ہے واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون ؕ ترجمہ۔ یاد کرو اسوقت کو کہ ہم نے چیر دیا تمہارے واسطے دریا کو پس تم کو بچا دیا اور فرعون والون کو ڈبو دیا۔ یہاں اضرب کا لفظ بھی نہیں ہے جسکے بعید اور بے محل معنے لے لیتے تھے غرض راقم کو بڑا تعجب ہوا اور دوسرے واقعہ کی نسبت اُنکی تحریر نکالی اُسکے متعلق قرآن شریف میں ایسے صریح بیانات ہیں جس میں کوئی تاویل اُس سے نہ بن سکی لیکن اپنے کام سے وہاں بھی نہ چوکا۔ اور لکھا کہ اس واقعہ پر علماء اسلام کو بڑا ناز ہے اور معجزات کے ثبوت میں اسکو پیش کر دیتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بلاباپ کے پیدا ہوئے ہم مانتے ہیں کہ جو کچھہ واقعات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی حضرت مریم علیہا السلام کا بحالت ناکدخدائی محراب میں رہنا اور فرشتہ کا آنا اور اولاد کے ہونے کی بشارت دینا اور ان کا تعجب کرنا کہ میرے بلا شادی ہوئے بچہ کیسے ہوگا اور اسکا جواب دینا کہ خدائے تعالےٰ کا حکم ایسے ہی ہے وغیرہ وغیرہ واقعات یہ سب ایسے ہی ہوئے تھے لیکن آیۃ میں یہ کہاں ذکر آیا ہے کہ اسکے بعد انکا نکاح نہیں ہوا ان واقعات کے بعد انکا نکاح یوسف نجار سے ہوا اُس سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسکا ثبوت ہم کو بائبل سے ملتا ہے پھر خلاف فطرت باتیں ماننے کی کیا ضرورت ہے (دروغ گورا حافظہ نباشد وہ دوسری آیتون کو بھول گیا جن میں ہے کہ جب مریم علیہا السلام بچہ کو لیکر اپنی قوم میں آئیں۔ توسب کو تعجب ہوا اور اعتراض کے لہجہ میں کہا یا مریم لقد جئتِ شیئاً فریا۔ یعنی اے مریم تم نے بڑا بدنامی کا کام کیا تمہارا خاندان ایسا نہیں تھا کہ ایسا کام تم کرتیں پھر اُنھون نے اُسکا جواب دیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور آپ اُسیوقت بول اُٹھے۔ اگر نکاح سے یہ پیدائش ہوئی تھی تو بدنامی کی کیا بات تھی اس قسم کے اور ثبوت بہت ہیں) غرض اس واقعہ کو بھی تاویل وتحریف سے معجزہ سے خارج کر دیا۔ اب راقم کو یہ تلاش ہوئی کہ کوئی اور ایسا معجزہ قرآن سے نکالا جائے جو اس سے بھی زیادہ ناقابل تاویل ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ خیال میں آیا جو اس آیۃ میں مذکور ہے واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتی الاٰیۃ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود سوال کیا کہ یا اللہ مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مردہ کو کیسے زندہ کرتے ہیں جواب ملا اولم تؤمن (یعنی کیا تم اسپر ایمان نہیں رکھتے کہ ہم مردہ کو

۱۳۵

(ح) زندہ کر سکتے ہیں۔ عرض کیا بلےٰ یعنی بیشک ایمان رکھتا ہوں ولکن لیطمئن قلبی ؕ یعنی ایمان تو ہے مگر مزید اطمینان اور شرح صدر کے لئے یہ عرض کیا ہے ارشاد ہوا کہ چار مرغ لو اور سب کو مار کر ملا کر قیمہ کرو پھر اُس قیمہ کے چار حصے کر کے ایک ایک ٹیلہ پر رکھدو پھر اُنکو پکارو اُن چاروں کے اجزا باذن اللہ الگ الگ ہو کر پھر وہی مرغ بنجائینگے اور زندہ ہو جائینگے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی آنکھوں سے معجزہ احیاء موتے دیکھ لیا چنانچہ فرماتے ہیں فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر ؕ یعنی جب انہوں نے یہ واقعہ کھلم کھلا دیکھ لیا تو کہا کہ میں بے شک و شبہ یقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ناظرین انصاف سے فرمائیں کہ اس معجزہ میں بھی کسی تاویل کی گنجایش ہے خود ایک اتنے بڑے اولوالعزم نبی سوال کرتے ہیں اور اُنکو یہ معجزہ دکھلایا جاتا ہے اسمیں کیا گنجایش تاویل کی ہو سکتی ہے لیکن جب آدمی آنکھیں بند کرلے تو سانپ کو رسی خیال کر سکتا ہے ایسے صریح معجزہ میں بھی تاویل کر ہی ڈالی جو بلا شک و شبہ تحریف ہے وہ اہل فطرت فرماتے ہیں کہ اسکو بہت صریح معجزہ سمجھا گیا ہے لیکن کیا دلیل ہے اس بات کی کہ ارنی رویت سے مشتق ہے جسکے معنی آنکھ سے دکھلانے کے ہیں رویا سے مشتق کیوں نہیں ہو سکتا ہے جسکے معنی خواب میں دکھلانے کے ہیں بس یہ معنی آیۃ کے ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا خواب میں اس سے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات دکھلائی دیتے ہیں یہ کوئی خلاف فطرت بات نہیں ہے پھر ہم کہتے ہیں دروغ گو را حافظہ نباشد خواب کے واقعہ پر حق تعالےٰ کا یہ فرمانا اَوَلم تؤمن کیا معنی نیز لفظ رویت جب خواب کے معنے میں آتا ہے تو وہاں فی المنام کی قید لگائی جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی واقعہ ذبح فرزند قصہ میں فرماتے ہیں انی اری فی المنام انی اذبحک۔ قرآن پاک عربی زبان میں اُترا ہے غضب ہے کہ نہ اسمیں عربیت کا لحاظ کیا گیا نہ سیاق و سباق اور نسق آیت سے بحث رہی اپنا من گھڑت مطلب جسطرح چاہا اسمیں ٹھوس دیا تو بعینہٖ ایسا ہے جیسے کسی نے ربٰو کو ربودن سے مشتق مان کر حرّم الرّبٰو کے معنے یہ سئے کہ حرام کیا اللہ تعالےٰ نے غصب کو اسطرح تو جس کلام سے جو کچھ بھی مطلب کوئی چاہے ثابت کر سکتا ہے۔ غرض کوئی معجزہ تاویل سے نہیں چھوڑا اور ایسی رکیک تاویلیں کی ہیں کہ بالکل تحریف ہیں۔

(باقی آئندہ)

الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جسمین شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دیئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شخص کے پاس رہے۔ قیمت نو آنے (۹/)

امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ

سنہ ۱۳۱۰ھ سے سنہ ۱۳۲۵ھ کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ جلدین اولین دو روپے۔ (عہ)

ایضاً جلدین آخرین دو روپے (عہ)

ایضاً تتمہ اولیٰ و ثانیہ امداد الفتاویٰ اسمین سنہ ۱۳۲۶ھ سے سنہ ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت تین روپے چار آنہ۔

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے مولانا مدظلہم نے اسمین ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مد نظر ہے توضیح کے لئے ف کے نشان سے تفسیر کی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں۔ اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوئی ہے اسکو مقدم رکھا ہے ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول دیکر نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب۔ وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں۔ پوری تفسیر بارہ جلدون میں ہے قیمت فی جلد عہ کامل بیس روپے (عہ)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند کتاب

یہ وہی کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں وبا پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا۔ وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ)

مغازی الرسول یعنی فتح مکہ معظمہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ .... (عہ)

فیوض الاسلام ترجمہ فتوح الشام۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ ...... (سہ)

تاریخ حبیب الٰہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانحمری معہ غزوات وغیرہ قیمت آٹھ آنے

قصص الانبیا کلان۔ قیمت دو روپے۔ .... (عہ)

حکایات الصالحین۔ قیمت آٹھ آنے۔ | **تذکرۃ الاولیا۔** قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

نزہتہ البساتین۔ قیمت تین روپے چار آنہ | **نیک بیبیان۔** قیمت پانچ آنے (۵)

فردوس آسیہ۔ اسمین خلفاء راشدین و امامین کے حالات نہایت وضاحت سے جمع کئے ہیں قیمت عہ

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی